ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

۹ رمضان/شوال ۱۴۳۱ھ ——— ستمبر ۲۰۱۰ء

زلزلے تیرا مقدر، کبھی سیلابِ بلا

اے مری ارضِ وطن کیا تیرا نوحہ لکھوں؟

نورِ ہدایت

ارشادِ باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ

''جو خدا کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز (یعنی رشتۂ قرابت) کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اُس کو قطع کیے ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

(البقرہ: ۲۷)

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن لوگوں کے اندر خیانت پھیل جائے گی، ان کے دلوں میں اللہ دوسروں کا ڈر بٹھا دے گا، جس قوم میں زنا عام ہوجائے گا، اس کے لوگ زیادہ مرنے لگیں گے۔ جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے، ان کے رزق میں کمی ہوجائے گی اور جو ناحق فیصلے کریں گے ان میں قتل کی وارداتیں زیادہ ہوجائیں گی۔ جو لوگ قول وقرار کا پاس نہ کریں گے۔ اللہ اِن کے اوپر ان کے دشمن کو مسلّط کردے گا۔'' (مشکوٰۃ شریف)

الآثار

پیامِ عید

عید کے دن رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر عید گاہ کی طرف گامزن تھے کہ راہ میں ایک بچہ روتا ہوا دیکھا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طفلکِ بے آسرا کو پیار کیا اور پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی: سب بچے اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ عید کی مسرتوں، راحتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور میں تنہا اُداس ہوں، غم کی اس کھائی میں گرا تو آنسو اُبل پڑے۔ رحمتِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والتحیات الطیبات نے اس بچے کو اٹھایا اور اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور فرمایا تو میرا بیٹا ہے۔ میں تیری تنہائی کا مونس، میں تیرا غم خوار ہوں تو میرا دلدار ہے۔ (رضی اللہ عنہ)۔

دولت کی مستی، اقتدار کے نشہ، جاگیروں کے غرور، کارخانوں، ملوں کی چمنیوں کے دھوئیں، مشینوں اور ٹریفک کی وحشتوں کے شور میں کوئی ہے جو امتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غریبوں، فقیروں، مسکینوں، یتیموں، ناداروں، بیماروں اور بے آسرا روتی، چلاتی، سسکتی ہوئی انسانیت کے سر پر محبت کا ہاتھ پھیرے، اسے اپنائیت کا کندھا دے، اس کی تنہائی کو پُر رونق کرے، اُس کے خلوت کدۂ دل وجان میں مسرتوں کا نور بکھیرے اور قبر وحشر کی وحشتوں میں کسی کو مونسِ جاں بنائے؟

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
(مئی ۱۹۸۸ء)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 21 شمارہ 9 رمضان/شوال 1431ھ — ستمبر 2010ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

ابن امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاءِ فکر

عبد اللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین

الیاس تبسم، حافظ محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک —— -/200 روپے

بیرونِ ملک —— -/1500 روپے

فی شمارہ —— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

تشکیل

دل کی بات:	''مرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو''	مدیر	2
شذرہ:	۷ر ستمبر: یومِ تحفظ ختم نبوت	عبد اللطیف خالد چیمہ	3
دین و دانش:	خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی	مولانا عبد اللطیف مدنی	5
〃	امیر المومنین، خلیفۂ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ	سید عطاء المحسن بخاریؒ	8
〃	سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک ورق	سید عطاء المحسن بخاریؒ	15
〃	عید الفطر، صدقۃ الفطر	سید ابوذر بخاریؒ	21
شاعری:	منقبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ/علیؓ: ایک جلوہ مخفی	سید عطاء المحسن بخاریؒ	24
〃	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا	شورش کاشمیریؒ	25
〃	چھوٹا سا سنسار	احفاظ الرحمٰن	26
〃	غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	27
افکار:	سیالکوٹ کا سانحہ	عرفان صدیقی	28
〃	اسلامی ریاست میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	31
〃	طرزِ حکمرانی	عرفان الحق	36
شخصیت:	پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	38
مطالعۂ قادیانیت:	۷ر ستمبر: یومِ تحفظ ختم نبوت	محمد عابد مسعود ڈوگر	41
تحقیق:	ایک امت، ایک آسمان پھر چاند ایک کیوں نہیں	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	47
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	49
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	50
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	52
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	58
	نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ	مولانا اعجاز صمدانی	61

www.ahrar.org.pk

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نور پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　مدیر

”مرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو“

وطنِ عزیز کو کسی کی نظر لگ گئی ہے یا ہماری بے بصیرت سیاسی قیادت نے اس کا برا حال کر دیا ہے۔ مارشل لا ہو یا جمہوریت، عوام پستے اور مرتے رہیں گے۔ ان کے دن نہیں پھریں گے۔ ہاں سیاست دانوں کے دن پھرتے رہتے ہیں۔ جس سے امریکا خوش ہوگیا، اُس کی لاٹری نکل آئی۔ پرویز مشرف کے منحوس دور کو تو چھوڑیے وہ تو تھا ہی غدار، قاتل، غاصب، لٹیرا...... وغیرہ وغیرہ۔ سلطانی جمہور کو آئے بھی دو سال سے اوپر ہوگئے ہیں لیکن ابھی تک منظر نہیں بدلا۔

کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کا بازار گرم ہے۔ چن چن کر سیاسی و مذہبی رہنما قتل کیے جا رہے ہیں۔ بلوچستان میں غیر بلوچوں، پنجابیوں کو بسوں سے اتار کر شناختی کارڈ دیکھ کر گولیوں سے بھون دیا گیا۔ شہرِ اقبال سیالکوٹ میں دو بے گناہ نوجوانوں کو پولیس کی نگرانی میں سرِ بازار ڈنڈے مار مار کے قتل کر دیا گیا۔ لاقانونیت کا ایک طوفانِ بدتمیزی ہے۔ ظلم کی اندھیر نگری ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔

پہلے زلزلے نے شہروں کو کھنڈرات میں تبدیل کیا۔ اب سیلاب سب کچھ بہا لے گیا۔ حکمرانوں سے لے کر عوام تک کسی کو احساس تک نہیں کہ اللہ سے معافی مانگ کر اس عذاب سے نجات حاصل کریں۔ ہاں! سیلاب کے مقابلے کی منصوبہ بندی ضرور ہو رہی ہے۔ ملک کے تین صوبے خیبر پختون خواہ، سندھ اور پنجاب خاص طور پر سیلاب کی زد میں ہیں۔ دو کروڑ انسان دربدر ہوئے، درجنوں جاں بحق اور اربوں کا مالی نقصان ہوا مگر ڈاکو ہیں کہ اس مصیبت کی گھڑی میں لٹے قافلوں کو بھی لوٹ رہے ہیں۔

ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے مارشل لا طرز کے کسی نظام کی نشاندہی کرتے ہوئے کسی محبِ وطن جرنیل کو آگے بڑھنے اور کرپشن ختم کرنے کی تجویز دے دی ہے۔ صدر زرداری جوتا کھا کر واپس وطن لوٹے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا پر اُن کی جو درگت بن رہی ہے، عبرت انگیز ہے۔ صدر زرداری کی استقامت مثالی ہے۔ دنیا کے ممالک پاکستان کے سیلاب زدگان کی مدد کرنا چاہتے ہیں مگر انھیں پاکستانی حکمرانوں کی دیانت پر اعتماد نہیں۔ وزیر اعظم نے فلڈ ریلیف فنڈ قائم کیا مگر نتائج حوصلہ افزا نہیں۔ وفاقی حکومت، پنجاب کو ایک کوڑی بھی دینے کو تیار نہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ شہباز شریف متاثرین کی امداد کے لیے پُرعزم ہیں اور اُن کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔ امریکا بہادر دو بیلی کاپٹر امدادی سامان کے بھیجتا ہے تو وزیرستان میں ایک ڈرون حملہ کر کے حساب برابر کر دیتا ہے۔ اب دینی رفاہی ادارے امریکا کی آنکھ میں خار بن کر کھٹک رہے ہیں۔ اس کے باوجود معمار ٹرسٹ، الخدمت فاؤنڈیشن، جماعت الدعوۃ، احرار خدمتِ خلق، جمعیت علماء اسلام اور دیگر تنظیمیں اپنی استطاعت کے مطابق متاثرینِ سیلاب کی خدمت میں مصروف ہیں۔ سیاسی عدم استحکام، معاشی بدحالی، بدامنی، قتل و غارت گری اور منہ زور مہنگائی عروج پر ہے۔ ہر طرف خوف و ہراس اور وحشت و دہشت ہے لیکن وزیر داخلہ رحمٰن ملک عوام کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ملک میں جلد مکمل امن قائم ہو جائے گا۔ تریسٹھ برس ہوگئے، عوام امن کا انتظار کر رہے ہیں۔ نہ جانے وطنِ عزیز میں کب امن قائم ہوگا؟

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۷؍ستمبر: یومِ تحفظِ ختمِ نبوت (یومِ قراردادِ اقلیت)

عبداللطیف خالد چیمہ *

۳۶ سال قبل (۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء) کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے طویل بحث وتمحیص اور غور وفکر کے بعد لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اہل اسلام کا ایک جائز دینی و قومی مطالبہ پورا کیا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کے خلاف ہندوستان میں اجتماعی و تنظیمی سطح پر سب سے پہلے مجلس احرارِ اسلام نے منظّم جدو جہد کا آغاز کیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد جب قادیانی پاکستان پر اقتدار کے خواب دیکھنے لگے تو احرار تمام مکاتب فکر کو مجلس عمل تحفظِ ختمِ نبوت کے مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ مسلم لیگی حکمرانوں نے دس ہزار نہتے مسلمانوں کو محض اس جرم میں لہولہان کر دیا کہ وہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینی تحفظ چاہتے تھے۔ تحریک کو تشدد سے بظاہر کچل دیا گیا مگر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تب فرمایا تھا:

''اس تحریک کے ذریعے میں ایک ٹائم بم نصب کر رہا ہوں جو اپنے وقت پر پھٹے گا۔''

کالے انگریز نے تحریکِ مقدس تحفظِ ختمِ نبوت کی پاداش میں احرار کو خلافِ قانون قرار دے دیا۔ احرار رہنما اس راستے میں سب کچھ سہہ گئے مگر اپنے کئے پر کسی ندامت کا اظہار نہیں کیا، معافیاں نہیں مانگیں، تحریک سے لاتعلقی ظاہر نہیں کی، رسوائے زمانہ جسٹس منیر کی عدالت میں اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹے، احرار کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ ۱۹۷۴ء میں چناب نگر (ربوہ) ریلوے اسٹیشن پر مرزائی غنڈوں نے مسلم طلبا پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں تحریک شروع ہوئی اور شہدائے ختمِ نبوت کا خونِ بے گناہی رنگ لا کر رہا۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

بعدازاں ۱۹۸۴ء میں صدر ضیاء الحق مرحوم کے دورِ اقتدار میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعے مرزائیوں کو شعائرِ اسلامی کے استعمال سے روک دیا گیا۔ مرزا طاہر، ملک سے فرار ہو کر اپنے سرپرست برطانیہ جا پناہ گزیں ہوا۔ مرزائی اب بھی اسلام اور پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں اور سازشی انداز میں حکومتی حلقوں میں اپنا اثر ونفوذ بڑھا کر کسی دیرینہ خواب کی تکمیل کے لیے سرگرداں ہیں۔ موجودہ حکومت کے دورِ اقتدار میں قادیانیوں نے کئی وار کرنے کی کوشش کی لیکن محض اللہ کے فضل وکرم اور اتحاد امت کے باعث وہ ناکام ونامراد ہوئے۔ آج کے دن (۷؍ستمبر) ہم عہد کرتے ہیں کہ

* سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

کفر وارتداد اور زندقہ کو دجل و تلبیس کے ذریعے اسلام کے نام پر متعارف کروانے والے اس گروہ کی حقیقت سے دنیا کو آگاہ کرتے رہیں گے اور شہداءِ ختمِ نبوت کے مقدس مشن کی تکمیل کر کے ہی دم لیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہم اس محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں اور شخصیات کی مساعی جمیلہ پر ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور کام کرنے کی نئی نئی جہتوں اور زاویوں کو ملحوظ رکھ کر اپنی ترجیحات طے کرنے میں ضروری تبدیلیوں کو پیشِ نظر رکھا جائے گا تاکہ دشمن کے طریقِ کار کو سمجھنے اور اپنا پیغام عام کرنے میں آسانی پیدا ہو۔

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی نے جماعت کی جملہ ماتحت شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ حسبِ سابق ۷؍ستمبر کو یومِ ’’تحفظِ ختمِ نبوت‘‘ (نیز یکم ستمبر سے ۷؍ستمبر تک ہفتہ ختمِ نبوت) منائیں لیکن اِس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے کہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے چاروں صوبوں میں تباہی آئی ہے اور اللہ کی مخلوق بہت ہی پریشانِ حال ہے اس لیے جملہ اجتماعات و تقریبات انتہائی سادگی سے منعقد ہوں اور اپنی اپنی سطح پر متاثرین سیلاب کی مدد و ہمدردی کو اپنے اوپر ہر حال میں لازم قرار دیں۔

تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام اور خطباء عظام سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ہفتہ ختمِ نبوت کے سلسلہ میں ۳؍ستمبر کے خطباتِ جمعۃ المبارک میں عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت و ضرورت اور تحریکِ ختمِ نبوت کی تابناک تاریخ پر روشنی ڈالیں اور قادیانی ریشہ دوانیوں کو پوری جرأت و استقامت کے ساتھ بے نقاب کر کے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنیں۔

☆☆☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
30 ستمبر 2010ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی

مولانا عبداللطیف مدنی

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جس پیش گوئی کا ذکر ''نقیبِ ختم نبوت'' مئی ۲۰۱۰ء کے شمارے میں ہوا ہے۔ وہ منکرین حدیث کے ظہور سے متعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر اور جامع کلمات میں یہ خبر دی کہ منکرین حدیث پیدا ہوں گے اور انکار کا سبب بھی ساتھ ہی بتلا دیا کہ وہ دولت یا حکومت کا نشہ ہوگا...... آرام دہ مسندوں پر بیٹھ کر متکبرانہ انداز میں حدیث کا انکار کریں گے یہ بات ہمارے زمانے میں پوری طرح صادق آ رہی ہے۔ یہ صرف ایک پیش گوئی کا ذکر ہے ورنہ کتب حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت پیش گوئیاں موجود ہیں جو اپنے اپنے موقع پر صادق آتی رہی ہیں اور ان میں بڑی تعداد میں وہ ہیں جو اب پوری طرح سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ اگر یہ احادیث من گھڑت ہیں (نعوذ باللہ) جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں...... تو یہ پیش گوئیاں کیوں صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ ان کا صحیح و صادق ثابت ہونا ہی احادیث نبویہ کے محفوظ ہونے کے بڑے پختہ اور مضبوط دلائل ہیں جو دشمنانِ اسلام کے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیے کافی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر منکرین حدیث انصاف پسند ہوتے تو صرف ایک ہی مذکورہ پیش گوئی والی حدیث کو دیکھ کر انکارِ حدیث سے توبہ کر لیتے مگر جن کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں اور عقلیں ماؤف ہوگئی ہوں انہیں توبہ کی توفیق نہیں ہوتی بلکہ خواہشات نفسانی اور عناد کی وجہ سے اپنی من گھڑت باتوں کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بڑے شد ومد کے ساتھ کہتے ہیں کہ احادیث اس لیے محفوظ نہیں کہ ان کی کتابت کا کوئی انتظام نہ تھا اور حدیث کی موجودہ کتابیں تین سو سال کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اس مغالطہ کا جواب تفصیل کے ساتھ اس سے پہلے مضمون (شمارے) میں گزر چکا ہے کہ حفاظتِ حدیث کے لیے تین طریقے استعمال کیے گئے:

(۱) احادیث کو حفظ کرنا

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر بجنسہا عمل کر کے یاد کرنا

(۳) کتابت کے ذریعے احادیث کی حفاظت کرنا

یاد رہے کہ جس علم کی کتابت نہ ہو وہ محفوظ نہیں؟ یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی بلکہ درحقیقت کسی چیز کے یاد رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ اس کو یاد کرلینا ہی ہے۔ متقدمین سے متاخرین تک سند کے ساتھ جو بات حفظ کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔ وہ لکھی ہوئی چیز کی نسبت زیادہ محفوظ رہتی ہے بشرطیکہ حافظ مضبوط ہو پھر حفظ کے ساتھ اگر کتابت بھی ہو جائے تو پختگی ہو جاتی ہے اور اس دور میں حضرات محدثین کے حافظہ پر اپنے قیاس کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ عرب قوم اپنی ذکاوت و ذہانت کے لحاظ عالمگیر امتیاز کی حامل تھی۔ اس میں برابری کی کوئی قوم دعویدار پیدا نہیں ہوئی ہر چیز کو سن کر بجنسہ محفوظ کر لینا ان کی نسلوں سے چلا آ رہا تھا۔ اس لیے اس دور کے قوت حافظہ پر اعتماد کو آج کے حفظ کے بے اعتقادی قیاس کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کو زبانی یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پوری زندگی میں اس طرح رچا بسا لیا تھا کہ یہ حضرات رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے عملی نمونے بنے ہوئے تھے۔ تابعین نے بھی انہی نمونوں کو دیکھ کر اپنی زندگیوں کو اس پر ڈھالا اور احادیث کریمہ روایت اور سند کی سخت پابندیوں کے ساتھ اور بجنسہا تعامل کے ذریعہ محفوظ ہوتی چلی گئیں۔ یہ دونوں طریقے احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیے کافی تھے اور ان دونوں طریقوں کے ساتھ کتابت بھی ہوتی رہی جس سے احادیث کی حفاظت و چار چاند لگ گئے اور قرآن کریم کی حفاظت بھی قریب قریب اسی طرح ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کریم ایک جگہ جمع شدہ مرتب کتاب کی صورت میں وجود پذیر نہیں ہوا تھا...... پھر خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں صرف ایک نسخہ مرتب فرما کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ان کے بعد وہ نسخہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے بعد ان کی بیٹی حضرت ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں متعدد مصاحف لکھوائے اور ایک ایک مصحف مملکت کے اطراف میں بھیج دیا۔

دیکھئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تقریباً بیس سال تک قرآن کریم حفظ ہی کے ذریعے محفوظ رہا اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی اصلی حفاظت حافظ ہی سے ہے اسی حفظ ہی کی برکت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس عبارت میں نازل ہوا تھا، بعینہٖ اسی عبارت میں محفوظ ہے۔ اگر صرف کتابت پر مدار رہتا تو اندیشہ تھا کہ اس کا بھی وہی حال ہو جاتا جو ان کتابوں کا ہوا جس کے حامل یہود و نصاریٰ تھے۔ یہ لوگ بے شمار زبانوں میں ترجمے شائع کر چکے ہیں لیکن سب کچھ ترجمہ در ترجمہ ہے۔ اصل کتاب سے محروم ہیں چونکہ ان کا صرف کتابت پر مدار ہے۔ اس لیے حسب موقع اس میں کمی بیشی کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں پر تعجب ہے جو محض کتابت کو ذریعہ حفاظت بتاتے ہیں۔ وہ یہود و نصاریٰ سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ کوئی یہودی یا نصرانی اپنی سند کے ساتھ یہ بالکل ثابت نہیں کر سکتا کہ میرے پاس جو کتاب ہے بعینہٖ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ منکرین حدیث پر کتنا تعجب

ہے کہ قرآن کریم کوتو وہ بھی محفوظ بتاتے ہیں اور احادیث شریفہ کو غیر محفوظ کہتے ہیں۔ انکار یہ کرنا کہ احادیث محفوظ اور معتبر نہیں کیونکہ ان کی کتابت بعد میں ہوئی ہے، ضد اور عناد کے سوا کچھ نہیں ہے۔

منکرینِ حدیث کا ایک اور مغالطہ:

یہ لوگ کہتے ہیں کہ (العیاذ باللہ) رسول ایک پوسٹ مین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا کام صرف کتاب پہنچا دینا ہے۔ معنی و مفہوم بتلانا اس کا کام نہیں۔ جس کے نام خط آئے وہ خود پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف قرآن مجید پہنچا دینا تھا۔ تشریح اور تبیین آپ کا کام نہیں اس لیے حدیث کی ضرورت نہیں ...... اطاعت صرف قرآن کی واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ صحابہ پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے۔

جواب: جب ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں تو پھر ان کو قرآن ہی سے یہ ثابت کرنا تھا کہ قرآن ایک ذاتی خط کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ جس جس کے پاس پہنچے گا وہ خود پڑھ کر مطلب سمجھے گا۔ جب قرآن کے بارے میں قرآن ہی کا بیان معتبر ہے تو قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ میری حیثیت ایک ذاتی خط کی ہے بلکہ اپنے بارے میں:

''ھدی للناس و بینت من الھدیٰ و الفرقان ''(البقرہ آیت ۱۸۵)

فرمایا ہے...... جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا کیونکہ عقل انسانی ہدایت پانے کے لیے ناکافی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت نازل فرمائی اور اپنے رسول کو معلم بنا کر بھیجا۔ اس لیے آپ کی تعلیمات وتشریحات پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ اگر قرآن کریم کے معانی و مطالب ہر شخص کے عقل اور سمجھ کے مطابق تسلیم کر لیے جائیں ...... اور عقلیں مختلف ہیں تو ہر آیت کے معانی و مطالب سینکڑوں طرح کے تجویز کر لیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب نام نہاد عقلمندوں کا کھلونا بن کر رہ جائے گی۔

امیر المومنین، امام المتقین، قاتل المشرکین، خلیفۂ راشد و عادل

سیدنا علی رضی اللہ عنہ

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ

شجرۂ نسب:

آپ کا شجرۂ نسب والد کی طرف سے یوں ہے۔

علی بن عبد مناف (ابوطالب) بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ ماں کی طرف سے علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ عبد مناف کی اولاد بہت تھی۔ اسبابِ معاش بہت کم، اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی کو چچا سے مانگ لیا کہ اس کی تربیت و تعلیم اور پرورش کا میں کفیل ہوں۔ ابوطالب نے بخوشی بیٹا دے دیا۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پالا پوسا، پروان چڑھایا، قلبِ علی کو نورِ ایمان سے منور کیا، علم وعمل کی نعمتوں سے مالا مال کیا، داماد بنایا اور ”اقضیٰ ھم علّی“ کے منصبِ جلیلہ پر فائز کیا۔

کنیت:

آپ کو ابوالحسن ابوتراب کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے اور ایک غیر مشہور کنیت آپ کی ابوالقاسم الہاشمی بھی ہے۔

قبولِ اسلام:

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حکم ہوا کہ **وانذر عشیرتک الاقربین** (الشعراء:۲۱۴) کہ اپنے قرابت داروں کو آخرت کے عذاب سے ڈراؤ۔ کہ شرک چھوڑ کر توحیدِ ربانی کی طرف آجائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس ”عشیرۃ“ برپا کی۔ تمام اعزہ واقرباء کی دعوت کی اور انھیں اسلام کی طرف بلایا۔ اپنی نبوت کی خبرِ صادق سنائی۔ تمام اعزہ خاموش رہے۔ ابولہب بھنّا اٹھا اور ابوطالب خاموش رہا۔ مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت ۷ برس بتائی جاتی ہے۔ کھڑے ہوئے اور قبولِ حق کا اعلان فرمایا۔ توحید ونبوت کی شہادت پڑھی اور حلقہ بگوشِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگئے۔

آپ کی عمر کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے محققین کا قول یہ ہے کہ آپ ۷ برس کے تھے۔ اسی لیے اہلِ سنت نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان علی بن عبد مناف (ابوطالب) ہیں۔ آپ کے اسلام کا سببِ قوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت تھی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قرب تھا۔ بعض لوگوں نے فضائل ومناقب کے باب میں بڑے ردّ وکد کا اظہار کیا ہے۔ ان میں زیادہ روایات ابنِ عسا کر نے جمع کی ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں:

لا یصح شی منھا و اللہ اعلم (۱) ان میں سے کوئی روایت صحیح نہیں۔

محمد ابن کعب قرظی فرماتے ہیں۔عورتوں میں خدیجہ الکبریٰؓ اسلام لائیں اور مردوں میں ابوبکرؓ وعلیؓ۔

ولکن کان ابوبکر یظهر ایمانه وعلی یکتم ایمانه قلت خوفاً من ابیه ثم امره ابوه بمتابعه ابن عمه ونصرته۔(۲)

اور لیکن حضرت ابوبکرؓ اپنا ایمان ظاہر کرتے تھے اور حضرت علیؓ اپنے والد کے خوف سے ایمان چھپاتے تھے۔پھر ان کے والد نے انہیں چچا کے بیٹے کی پیروی اور اس کی مدد کا حکم دیا۔

ہجرت:

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد آپ نے ہجرت کی۔

مواخات:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی کو سہل بن حنیف انصاری کا بھائی بنایا۔

وذکر ابن اسحاق وغیره من اهل السیر والمغازی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اخی بینه وبین نفسه وقدوردفی ذلک احادیث کثیرة لا یصح شی منها لضعف اسانیده ورکه بعض متونها۔(۳)

ابن اسحاق اور ان کے علاوہ علماء سیرت ومغازی نے ذکر کیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ کو اپنا بھائی بنایا اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث لائے ہیں۔لیکن ان میں سے کچھ بھی درست نہیں۔بعض کی سند کمزور ہے اور بعض کے متن ہی رکیک ہیں۔

غزوات میں شرکت:

آپ نے غزوۂ بدر میں دادِ شجاعت دی اور بہر نوع غالب رہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے آپ کا ہاتھ اس دن ''ید بیضاء'' تھا اور یہ سب نبی کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کا اثر تھا۔حضرت علی، حمزہ اور عبید ابنِ حارث کے مقابلہ میں عتبہ، شیبہ اور ولید بھی سامنے تھے تو اللہ نے ان کے باطنی وظاہری بغض وعداوت کے بارے میں آیت نازل فرمائی: **هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِىۡ رَبِّهِمۡ (الحج:۱۹)**

بعض روایات ایسی مشہور کردی گئی ہیں کہ ان کے ردّ کرنے پر جاہل حتیٰ کہ مولوی بھی جز بز ہوتے ہیں کہ بدر کے دن آسمان سے آواز آئی: **لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علیٰ**۔تلوار تو بس ذوالفقار ہے اور جوان تو فقط علی ہیں۔

ابن عساکر کہتے ہیں، یہ روایت مرسل ہے(۴)۔ہاں، ایک روایت اس وجہ سے درست مانی جاسکتی ہے کہ اس پر قرآن گواہ ہے کہ غزوہ بدر میں اللہ نے ۸ ہزار فرشتے محمد واصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے قطار اندر قطار نازل فرمائے اور وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ابوبکرؓ کو اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل علیہ السلام۔

فرمایا اسرافیل علیہ السلام وہ عظیم فرشتہ ہے جو قتال و جہاد میں حاضر تو ہے لیکن قتل نہیں کرتا۔ (۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں بھی شریک تھے اور دادِ شجاعت دیتے رہے۔ آپ افواجِ اسلامیہ کے میمنہ پر مقرر تھے اور سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جھنڈا آپ نے تھاما۔ آپ نے احد کی جنگ میں شدید ترین حملے کیے اور مشرکین کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہی بڑھ کر آپ کا چہرۂ انور صاف کیا تھا۔ آپ غزوۂ خندق، حدیبیہ، خیبر میں برابر شریک اصحابِ رسول رہے۔ اسی طرح فتح حنین اور طائف میں بھی آپ بقیہ اصحاب رسول کی صف میں شامل اور معیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل تھے۔

امامت و نیابت:

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے مدینہ سے نکلنے لگے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ساکنانِ مدینہ پاک پر اپنا نائب مقرر کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ اتخلفنی مع النساء و الصبیان

''اے اللہ کے رسول! مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟''

تو اس کے جواب میں اعلم الناس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا ترضی ان تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ غیر انه لا نبی بعدی

علی! تو اس بات پر راضی نہیں کہ جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون تھے تم میرے لیے اسی طرح ہو بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں چلے گی۔

یہی ایک پیریڈ ہے۔ اس پر قناعت کرو اور بس۔ اس نصیحت کا واضح تعلق اس بات سے ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک محدود حکم تھا اور وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس حکم کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ سیدنا ہارون علیہ السلام کو جو نیابت ملی تھی، وہ محدود تھی۔ مطلق نہ تھی۔ اور اگر اس واقعہ کو خلافت مطلقہ مان لیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں فرمایا بلکہ سیدنا عبداللہ ابنِ ام مکتوم کو مسجدِ نبوی کی امامت پر مامور فرمایا۔ دوسرے یہ کہ سیدنا ہارون علیہ السلام صرف چالیس دن کے لیے نائب مقرر کیے گئے تھے۔ اس کے بعد آپ کی ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی اور آپ موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چالیس برس قبل انتقال فرما گئے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں آپ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا مگر تنہا نہیں بھیجا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے ہمراہ بھیجا تا کہ حالات مکمل طور پر آپ کے قبضہ میں رہیں۔ لیکن اپنی وفات کے بعد کوئی مخفی یا ظاہری حکم نہیں دیا۔ ایسی تمام روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جب سیدِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور حیاتیاتی عناصر ساتھ چھوڑتے ہوئے دکھائی دیے تو سیدنا عباس بن عبدالمطلب نے سیدنا علی

رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ آپ کے بعد کارِ نبوت اور امرامت کس کے سپرد ہوگا۔

سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم فیمن الا مر بعده؟ فقال و الله لا اسئله فانه منعنا ها لا یعطینا ها لناس بعده ابداً

فرمایا: اللہ کی قسم میں نہیں پوچھتا کہ اگر آپ نے انکار فرمادیا تو لوگ قیامت تک مجھے یہ عہدہ و نیابت نہیں دیں گے۔تمام احادیث کی تفصیلات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے خاندان کے بارے میں کوئی وصیتِ نیابت و امامت نہیں فرمائی۔(۶)

رافضی اور وعظ فروش مولوی جس وصیت و امامت کی دہائی دیتے ہیں وہ سراسر جھوٹ، بہتان اور افتراء ہے۔اگر اس وصیت کو ہم مؤمنینِ اہلِ سنت مان لیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ صحابہ(معاذ اللہ) خائن تھے جو وصیتِ رسول کے نفاذ میں بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے رہے۔حالانکہ قرآن و حدیث میں صحابہ کی اجماعی حیثیت کو یوں واضح فرمایا گیا ہے کہ:

(۱) صحابہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے بہتر ہیں۔

(۲) اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے عہد اور بعد کے زمانہ میں بہترین زمانہ کے لوگ تھے۔

(۳) اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں کے اشرف لوگ ہیں۔(بنص قرآن)

(۴) اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلف و خلف کا اجماع ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں غیر مسئول ہیں اور حسنِ عاقبت، نجات و مغفرت اور معیتِ رسول کے خطاب یافتہ ہیں۔

لفظ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا جامع لفظ ہے جس میں تمام اعزہ و اقربا، اہل سنت اور دیگر اہلِ ایمان برابر کے حصہ دار ہیں۔بخلاف دوسری نسبتوں کے کہ وہ تفریق کا موجب بنتی ہیں۔
ان سے گریز اولیٰ ہے۔(فافھم)(۷)

بیعت و خلافت:

سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہفتہ کے دن ۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ کو آپ کی بیعت عام ہوئی۔کہتے ہیں کہ صحابہ میں سب سے پہلے آپ کی بیعت سیدنا طلحہ نے کی اور فرمایا یہ کام یوں پایہ تکمیل تک نہ پہنچے گا۔ چنانچہ آپ مسجد میں آئے اور بیعتِ عام ہوئی۔کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ انصار کی ایک جماعت نے ان کی بیعت نہ کی۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) حسان بن ثابت (۲) کعب بن مالک (۳) مسلم بن مخلا (۴) ابوسعید (۵) محمد بن مسلم (۶) کعب بن عجرہ اور مدینہ کے کچھ لوگ شام کو چلے گئے اور انھوں نے سیدنا علی کی بیعت نہیں کی۔ان کے اسماء یہ ہیں (۱) قدامہ بن مظعون (۲) عبداللہ بن سلام (۳) مغیرہ بن شعبہ (۴) مروان بن حکم (۵) ولید بن عقبہ (۶) ابنِ عمر (۷) سعد بن ابی وقاص (۸) صہیب (۹) زید بن ثابت (۱۰) محمد بن ابی مسلمہ (۱۱) سلمہ بن سلامہ بن ارقش (۱۲) اسامہ بن زید، رضوان اللہ علیہم اجمعین

ایک اور روایت کے مطابق باغیانِ کوفہ و مصر اور بصرہ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

کے پاس باری باری گئے مگر انھوں نے ان کو کھلے لفظوں میں مردود قرار دیا۔ پھر سیدنا علیؓ کی خدمت میں آئے تو مالک الاشتر نے سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔ جب کہ یہ شخص قتلِ عثمانؓ میں بڑے مکروہ کردار کا حامل تھا۔ اس کے بعد تمام باغیوں نے بیعت کی۔

بہر حال ان مذکورہ بزرگ صحابہؓ کے علاوہ تمام مسلمانوں نے بیعت کی اور اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت، خلافتِ راشدہ حقہ تھی۔ مگر خلافت علی منهاج النبوة۔ یعنی نبوت کے طریقے پر خلافت صرف حضرت ابوبکر وعمر کی خلافت تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبۂ خلافت:

حـمد الله واثنى عليه ثم قال ان لله تعالىٰ انزل كتاباً هادياً بين فيه الخير والشر فخذ وابا لخير ودعوالشر. ان الله حرم حرماً مجهوله، وفضل حرمة المسلم على الحرم كـلهـا وشـد بالاخلاص والتوحيد حقوق المسلمين، والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده الا بالحق لا يحل لمسلم آذٰن مسلماً الا بما يحب. بادروا امرالعامة وخاصة احد كم الموت فان الناس امامكم وائما خلفكم الساعة تحدوبكم فتخففو تلحقوا. فانما ينتظر الناس اخراهم، اتقوالله عباده فى عباده وبلاده فانكم مسئولون حتى عـن البـقاع والبهائم ثم اطيعو الله ولا تعصوه، واذا رائيتم الخير فخذوه، واذا رائيتم النشر فدعوه (٨)

وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ (انفال:٢٦)

اللہ کی حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا بے شک اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل کی ہے۔ جس میں خیر وشر کو واضح کیا ہے۔ پس تم خیر کو تھام لو اور شر کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے مجہول حرم کو حرام کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی حرمت کو تمام مقدسات پر ترجیح دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو اخلاص اور توحید سے پابند کیا ہے۔ اور مسلمان وہ ہے کہ حق کے سوا مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو واجب اذیت کے بغیر ایذا نہیں پہنچا سکتا۔ لوگوں کے کاموں کی طرف سبقت کرو۔ تم میں سے کسی کو بھی موت آئے تو یہ خاص بات ہے۔ بلاشبہ لوگ تمہارے سامنے ہیں اور قیامت تمہارے پیچھے ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔ پس تم ہلکے پھلکے ہو جاؤ اور باہم مل جاؤ۔ لوگوں کی آخری گھڑی منتظر ہے۔ اللہ کے بندوں اور ان کے شہروں کے بارے میں ڈرتے ہو۔ تم سے اراضی اور جانوروں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو، نافرمانی نہ کرو۔ جب تم خیر کو دیکھو تو فوراً اپنا لو اور جب شر دیکھو تو فوراً چھوڑ دو۔'' اور اس وقت کو یاد کرو جب تم ضعیف وناتواں تھے۔ زمین میں اور بہت تھوڑے تھے۔'' (القرآن)

چونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ابتداء کرنے والے مصری، کوفی اور بصری باغی ہی تھے جنھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ خوب پہچانتے تھے۔ مگر حالات کی سنگینی اور تقاضے کچھ مختلف تھے۔ اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (۱) مسلمانوں کی عام حرمت (۲) ان کی املاک کی حرمت (۳) ان کے خون کی حرمت (۴) اختلافات کے باوجود نفسی،

شخصی اور منصبی حرمت کی بھی نصیحت فرمائی۔ (۵) انھیں سمجھایا اور قائل کرنے کی کوشش کی کہ اب باہمی آویزش کی بجائے مل جل کر رہو۔ (۶) لوگوں کے کام کرو۔ ان کی ضروریات کی کفالت کرو کہ اسی میں اجر ہے اور یہی فخر بھی۔ (۷) موت تم پر منڈلا رہی ہے، قیامت تمھیں ہانک رہی ہے۔ (۸) انسانوں، زمینوں، جانوروں اور تمام حرمتوں کے بارے میں تم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ (۹) سنبھلو اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرو۔ (۱۰) دیکھو اللہ سے ڈرتے رہو۔ نفس کے ''احکام'' مت مانو۔ اللہ کا حکم مانو، اس کی نافرمانی نہ کرو۔ (۱۱) خیر اپناؤ اور شر چھوڑ دو۔ قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تربیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ میں جھلک رہی ہیں اور واضح طور پر دل ونگاہ کو آگہی، شعور اور نورِ بصیرت مل رہے ہیں۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ایک حاکم اور قوم کے لیے یکساں نفع اس سے ملتا ہے۔ مگر برا ہو اشتری گروہ کا کہ انھوں نے ان میں سے کسی ایک بات پر بھی عمل نہ کیا۔ بلکہ اس کے برعکس امت میں فتنہ برپا کیا۔ صحابہ کو قتل کیا، ان کا مال لوٹا۔

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقدس مشن قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کو سبوتاژ کیا۔ ان پر شب خون مارا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مصالحت کی تمام تدابیر فتنہ وفساد اور خوں ریزی کے سپرد کر دیں۔ (۹)

(۲) سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (۱۰)

(۳) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (۱۱)

(۴) سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (۱۲)

(۵) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ جنگ جمل کے بعد مالک الاشتر نے کہا کہ اگر علی ہمارے ساتھ راست نہ رہے تو **الحقنا علیاً بعثمان** کہ علی کو بھی عثمان سے ملا دیں گے۔ (۱۳)

(۶) وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے گروہ کو باطل اور باغی تصور کرتے تھے اور ان کے ساتھ باغیوں جیسا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایھا الناس امسکو عن ھولاء القوم ایدیکم و السنتکم۔

لوگو! اپنے ہاتھ اور زبانیں روکو اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گروہ کو کچھ مت کہو۔ (۱۴)

(۷) اور یہ کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمل وصفین کے مقتولین کا جنازہ پڑھایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی اور ثالثی قبول کی تو انہی قاتلینِ عثمانؓ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت بھی کر دی (۱۵)۔ اور اتہام ودشنام کی انتہا کر دی۔

(۸) پھر جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو انہی قاتلین عثمان نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا۔ انھیں سخت سست کہا اور ان کی بہت بے عزتی کی۔ (۱۶)

(۹) مالک الاشتر، حکیم بن جبلہ، شریح ابن اوفی، عبداللہ ابن سبا، سالم بن ثعلبہ، غلاب بن الہیثم باغیوں کے روساء

نے جب نافرمانیوں کی حد کردی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند فرمایا:

لعن اللّٰہ قتلة عثمان۔قاتلینِ عثمان پر اللہ کی لعنت ہو۔(۱۷)

دوسری جگہ فرمایا: **اللھم العن قتله عثمان**۔(۱۸)

(۱۰) اسی مالک الاشتر نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جنگِ جمل میں شدید زخمی کیا۔آپ کے جسم پر ۳۷ زخم تھے۔ آپ نے بڑی پامردی، استقامت، بسالت اور شجاعت کے ساتھ ان موذیوں کا مقابلہ کیا اور سیدۂ کائنات ام المومنین عائشہ الصدیقۃ الحمیرا رضی اللہ عنہا کے دفاع کا حق ادا کردیا۔

(۱۱) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اصحاب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مال اسباب انھیں واپس کیا تو یہ اشتری سبائی سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی کرنے لگے: **کیف یحل لنا دمائھم ولا تحل لنا اموالھم** (۱۹)

ان کا مال ہمارے لیے حلال نہیں تو ان کا خون بہانا ہمارے لیے کیسے حلال ہے؟

جب یہ بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ (معاذ اللہ) عائشہ اس کو حصہ میں ملے؟'' میں نے نمونہ کے طور پر سبائیوں اور اشتریوں کی بدکاریاں گنوائی ہیں۔ان لوگوں کے ہاتھ سے سلامتی پھیلی نہ اِن کی زبان سے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گیارہ نصیحتیں تھیں۔انھیں کے مقابلہ میں ان کی گیارہ بدعہدیاں، نافرمانیاں اور خباثیں ذکر کی ہیں۔اگر ان کی دنائتوں اور شرارتوں کا ذکر مقصود ہوتا تو اس کے لیے کئی صفحات درکار ہیں۔ میری حیرانی اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب میں نے عصرِ حاضر کے بعض محققین کو ان کی بدکاریوں سے چشم پوشی کرتے دیکھا۔میں نہیں سمجھ سکا ان ''محققوں'' کو ان سبائی اور اشتری بدکاروں سے کیوں محبت ہے۔

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا پورا دورِ حکومت ان ریشہ دوانیوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔اگر یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اور مسلمانوں کے خیرخواہ ہوتے تو آپ کی ہدایات پر عمل کرتے۔عوام اور خواص کے ساتھ وہی رویہ اختیار کرتے جو پہلے ہی دن آپ نے خطبہ میں فرمایا۔آپ نے تو عام انسانی حقوق کے بارے میں وہ بات فرمائی ہے جو آج اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں بھی نہیں مگر ان سبائی، خارجی اور اشتری ظالموں نے اکابر صحابہؓ کے منصب وحقوق کی بھی پروا نہیں کی۔اے کاش وہ ظالم ایسا نہ کرتے۔

☆☆☆

حوالہ جات

(۱) البدایہ والنھایہ، ص ۲۲۴، ج ۷ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) ایضاً (۶) ص ۲۲۵ (۷) ص ۲۶۶ (۸) البدایہ ۲۲۷، ۲۲۸، ج ۷ (۹) البدایہ، ص ۲۴۰، ج ۷ (۱۰) البدایہ، ص ۲۳۹، ۲۴۰، ج ۷ (۱۱) ص ۲۴۲ (۱۲) ص ۲۴۲ (۱۳) ص ۲۳۹ (۱۴) ۲۳۹ (۱۵) ص ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۵ (۱۶) ایضاً (۱۷) ص ۲۴۱ (۱۸) ص ۳۴۳ (۱۹) ۲۴۴، ۲۴۵

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک ورق

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ

ام المومنین حبیبۂ حبیب رب العلمین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ عذراء الحمیرا رضی اللہ عنہا کی تعلیم وتربیت کا اصلی زمانہ رخصتی کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے اسی زمانہ میں پڑھنا سیکھا، قرآن دیکھ کر پڑھتی تھیں (۱)۔ ایک روایت میں ہے کہ لکھنا نہیں جانتی تھیں (۲)۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے لیے ان کا غلام ذکوان قرآن لکھتا تھا (۳)۔ اس سے یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ وہ خود لکھنا نہ جانتی ہوں گی لیکن بعض روایتوں میں یہ مذکور ہے کہ ''فلاں خط کے جواب میں انہوں نے یہ لکھا (۴) ممکن ہے کہ راویوں نے مجازاً لکھوانے کی بجائے لکھنا کہہ دیا ہو۔ جیسا کہ ایسے موقعوں پر عموماً بولتے ہیں۔

بہرحال نوشت وخواند تو انسان کی ظاہری تعلیم ہے حقیقی تعلیم وتربیت کا معیار اس سے بدرجہا بلند ہے۔ انسانیت کی تکمیل، اخلاق کا تزکیہ، ضروریات سے واقفیت، اسرار شریعت کی آگاہی، کلامِ الٰہی کے معرفت، احکامِ نبوی کا علم بھی اعلیٰ تعلیم ہے اور حضرت عائشہؓ اس تعلیم سے کامل طور پر بہرہ اندوز تھیں علوم دینیہ کے علاوہ تاریخ، ادب اور طب میں بھی ان کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ (۵)

تاریخ وادب کی تعلیم تو خود پدر بزرگوار سے حاصل کی تھی (۶)۔ طب کا فن ان وفود عرب سے سیکھا تھا جو گاہ اطراف ملک سے بارگاہِ نبوت میں آیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے آخر دنوں میں اکثر بیمار رہا کرتے تھے۔ اطبائے عرب جو دوائیں بتایا کرتے تھے حضرت عائشہؓ ان کو یاد کرلیتی تھیں۔

علوم دینیہ کی تعلیم کا کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ معلم شریعت خود گھر میں تھا اور شب وروز اس کی صحبت میسر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وارشاد کی مجلسیں روزانہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں، جو حجرۂ عائشہؓ سے بالکل ملحق تھی۔ اس بنا پر آپ گھر سے باہر بھی لوگوں کو جو درس دیتے تھے وہ اس میں شریک رہتی تھیں۔ اگر کبھی بُعد کی وجہ سے کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب زنان خانہ میں تشریف لاتے، دوبارہ پوچھ کر تشفی کرلیتیں (۷) کبھی اٹھ کر مسجد کے قریب چلی جاتیں (۸) اس کے علاوہ آپ نے عورتوں کی درخواست پر ہفتہ میں ایک خاص دن ان کی تعلیم وتلقین کے لیے متعین فرمادیا تھا (۹)۔ شب وروز میں علوم ومعارف کے بیسیوں مسئلے ان کے کان میں پڑتے تھے۔ ان کے علاوہ خود حضرت عائشہؓ کی عادت یہ تھی کہ ہر مسئلہ کو بے تامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کردیتی تھیں اور جب تک تسلی

نہ ہولیتی صبر نہ کرتیں (۱۰)۔ایک دفعہ آپ نے بیان فرمایا کہ ''مَن حُوسب عُذّب'' قیامت میں جس کا حساب ہوا اس پر عذاب ہوگیا، عرض کی یارسول اللہ! خدا تو فرماتا ہے

فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَاباً یَّسِیراً (انشقاق:۸) اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا یہ اعمال کی پیشی ہے لیکن جس کے اعمال میں جرح وقدح شروع ہوئی وہ تو برباد ہی ہوا۔(۱۱)

ایک دفعہ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! خدا فرماتا ہے۔(۱۲)

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ (ابراہیم:۴۸)

جس دن زمین آسمان دوسری زمین سے بدل دیئے جائیں گے اور تمام مخلوق خدائے واحد وقہار کے روبرو ہوجائے گی۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پڑھی۔(۱۳)

وَالْاَرْضُ جَمِیْعاً قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ (الزمر:۶۷)

تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔

''جب زمین وآسمان کچھ نہ ہوگا تو لوگ کہاں ہوں گے۔'' آپ نے فرمایا ''صراط پر''

اثنائے وعظ میں ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ ''قیامت میں لوگ برہنہ اٹھیں گے''۔عرض کی یارسول اللہ! مرد وزن یکجا ہوں گے تو کیا ایک دوسرے کی طرف نظریں نہ اٹھ جائیں گی۔ارشاد ہوا کہ عائشہؓ! وقت عجب نازک (۱۴) ہوگا یعنی کسی کو کسی کی خبر نہ ہوگی، ایک بار دریافت کیا کہ ''یارسول اللہ! قیامت میں ایک دوسرے کو کوئی یاد بھی کرے گا۔'' آپ نے فرمایا ''تین موقعہ پر یاد کرے گا۔ایک تو جب اعمال تولے جارہے ہوں گے، دوسرا جب اعمال نامے بٹ رہے ہوں گے، تیسرا جب جہنم گرج گرج کر کہہ رہی ہوگی کہ میں تین قسم کے آدمیوں کے لیے مقرر ہوئی ہوں۔(۱۵)

ایک دن یہ پوچھا کہ کفار ومشرکین نے اگر عمل صالح کیا ہے تو اس کا ثواب ان کو ملے گا یہ نہیں؟ عبداللہ بن جدعان مکہ کا ایک نیک مزاج اور رحم دل مشرک تھا۔اسلام سے پہلے قریش کی باہمی خونریزی کے انسداد کے لیے اس نے تمام روٴسائے قریش کو مجتمع کرکے ایک صلح کی مجلس قائم کی تھی، جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے۔ حضرت عائشہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! عبداللہ بن جدعان جاہلیت میں لوگوں سے مہربانی سے پیش آتا تھا۔غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا۔کیا یہ عمل اس کو کچھ فائدہ دے گا''؟ آپ نے جواب دیا ''نہیں عائشہؓ! اس نے کسی دن یہ نہیں کہا کہ خدایا قیامت میں میری خطا معاف کرنا۔''(۱۶)

جہاد اسلام کا ایک فرض ہے، حضرت عائشہؓ کا خیال تھا کہ جس طرح دیگر فرائض میں مرد وزن کی تمیز نہیں، یہ فرض عورتوں پر بھی واجب ہوگا۔ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سوال پیش کیا، ارشاد ہوا کہ ''عورتوں کے لیے حج ہی جہاد ہے۔(۱۷)

نکاح میں رضامندی شرط ہے لیکن کنواری لڑکیاں اپنے منہ سے آپ تو رضامندی نہیں ظاہر کرسکتیں اس لیے

دریافت کیا کہ ''یارسول اللہ! نکاح میں عورت سے اجازت لے لینی چاہیے۔'' فرمایا ''ہاں'' عرض کی ''وہ شرم سے چپ رہتی ہے'' ارشاد ہوا کہ ''اس کی خموشی ہی اس کی اجازت ہے۔'' (۱۸)

اسلام میں پڑوسیوں کے بڑے حقوق اور اس ادائے حق کا سب سے زیادہ موقع عورتوں کو ہاتھ آتا ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ دو پڑوسی ہوں تو کس کو ترجیح دی جائے چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ یہ سوال پیش کیا، جواب ملا کہ ''جس کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔ (۱۹)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے رضاعی چچا ان سے ملنے آئے۔ انہوں نے انکار کیا کہ اگر میں نے دودھ پیا ہے تو عورت کا پیا ہے، عورت کے دیور سے مجھ سے کیا تعلق؟ آپ جب تشریف لائے تو دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''وہ تمہارا چچا ہے تو اس کو اندر بلالو۔ (۲۰)

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (مومنون:۶۰)

اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے

حضرت عائشہؓ کو شک تھا کہ جو چور ہے، بدکار ہے، شرابی ہے لیکن خدا سے ڈرتا ہے، کیا وہ اس سے مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ''نہیں عائشہؓ! اس سے مراد ہے جو نمازی ہے روزہ دار ہے اور پھر خدا سے ڈرتا ہے۔ (۲۱)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا ''جو خدا کی ملاقات پسند کرتا ہے خدا بھی اس کی ملاقات پسند کرتا ہے اور جو اس کی ملاقات کو ناگوار سمجھتا ہے اس کو بھی اس سے ملنا ناگوار ہوتا ہے۔'' عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سے موت کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ فرمایا ''اس کا مطلب یہ نہیں، مطلب یہ ہے کہ مومن جب اللہ تعالیٰ کی رحمت، خوشنودی اور جنت کا حال سنتا ہے تو اس کا دل مشتاق ہوجاتا ہے، خدا بھی اس کے آنے کا مشتاق ہوتا ہے اور کافر جب خدا کے عذاب اور ناراضی کے واقعات کو سنتا ہے، تو اس کو خدا کے سامنے سے نفرت ہوتی ہے، خدا بھی اس سے نفرت رکھتا ہے۔ (۲۲) اسی طرح حضرت عائشہؓ کے بیسیوں سوالات اور مباحث احادیث میں مذکور ہیں جو درحقیقت ان کے روزانہ تعلیم کے مختلف اسباق ہیں۔

ان موقعوں پر بھی جہاں بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برہمی اور آزردگی کا اندیشہ ہوسکتا تھا، وہ سوال اور بحث سے باز نہیں آتی تھیں اور درحقیقت خود آپ بھی اس کو برا نہیں مانتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے کسی بات پر آزردہ ہوکر ایلاء کرلیا تھا۔ یعنی عہد فرمایا تھا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہراتؓ کے پاس نہ جائیں گے۔ چنانچہ ۲۹ دن تک آپ یکم کو یعنی تیسویں دن بالاخانہ سے اتر کر حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ یہ ایسا موقع تھا کہ جس کی خوشی میں حضرت عائشہؓ کو سب کچھ بھول جانا چاہیے تھا اور پھر اس واقعہ پر نکتہ چینی بظاہر آپ کو دوبارہ آزردہ کرنا تھا لیکن مزاج شناس نبوت ان سب پر خود نقش شریعت کی گرہ کشائی مقدم سمجھتی تھی، عرض کی یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا ''ایک ماہ تک ہمارے حجروں میں نہ آئیں گے۔ آپ ایک دن پہلے کیونکر تشریف لائے'' فرمایا ''عائشہ! مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔ (۲۳)

ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا چاہا، آپ نے فرمایا آنے دو، وہ اپنے

خاندان میں برا ہے جب وہ آ کر بیٹھا تو آپ نے اس سے نہایت توجہ اور لطف ومحبت سے باتیں فرمائیں۔حضرت عائشہؓ کو تعجب ہوا، جب وہ اٹھ کر چلا تو عرض کی یارسول اللہ! آپ تو اس کو اچھا نہیں جانتے تھے، لیکن جب وہ آیا تو آپ نے اس لطف ومحبت کے ساتھ گفتگو فرمائی ،ارشاد ہوا ''عائشہ! بدترین آدمی وہ ہے جس کی بداخلاقی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔(۲۴)

بادیہ عرب کے اجڈ بدوی اور دہقانی چونکہ بداحتیاط اور شرائع اسلام سے ان کو پوری آگاہی نہ تھی، اس لیے آپ ان کی چیز کھانے سے احتراز فرماتے تھے۔ یک دفعہ ام سنبلہ نام ایک گاؤں کی عورت آپ کے پاس تحفۃً دودھ لائی، آپ نے پی لیا، حضرت ابوبکرؓ ساتھ تھے۔انہوں نے بھی پیا، حضرت عائشہؓ نے عرض کی، یارسول اللہ! آپ ان کی چیز کھانا پسند نہیں فرماتے تھے فرمایا کہ عائشہؓ! یہ وہ لوگ نہیں ہیں، ان کو تو جب بلایا جاتا ہے آتے ہیں(۲۵)۔یعنی اسی سبب سے ان کو شریعت کے احکام معلوم ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا ''اعتدال کے ساتھ کام کرو، لوگوں کو اپنے نزدیک کرو اور خوشخبری سناؤ کہ لوگوں کا عمل ان کو جنت میں نہ لے جائے گا (بلکہ رحمت الٰہی) حضرت عائشہؓ کو یہ آخری بات عجیب معلوم ہوئی، سمجھیں کہ جو لوگ معصوم ہیں وہ تو اس سے مستثنیٰ ہوں گے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کو بھی نہیں۔فرمایا نہیں لیکن یہ کہ خدا اپنی مغفرت اور رحمت سے مجھے ڈھانک لے۔(۲۶)

ایک دفعہ نماز تہجد کے بعد بے وتر پڑھے آپ نے سونا چاہا، عرض کی یارسول اللہ! آپ وتر پڑھے بغیر سوتے ہیں، ارشاد ہوا۔عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا (۲۷) بظاہر حضرت عائشہؓ کا یہ سوال گستاخی معلوم ہوتی ہے لیکن اگر وہ یہ نسائیانہ جرأت نہ کرتیں تو آج امتِ محمدیہ نبوت کی حقیقت سے ناآشنا رہتی۔ان سوالات اور مباحث کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی حضرت عائشہؓ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت کی نگرانی کرتے اور جہاں لغزش نظر آتی، ہدایت وتعلیم فرماتے۔ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند یہودی آئے اور بجائے السلام علیک کے (تم پر سلامی ہو) زبان دبا کر السام علیک (تم کو موت آئے) کہا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں صرف وعلیکم (اور تم پر) فرمایا، حضرت عائشہؓ سن رہی تھیں وہ ضبط نہ کرسکیں۔بولیں **علیکم السام والعنة** (تم پر موت اور لعنت) آپ نے فرمایا، عائشہ نرمی چاہیے، خدائے عزوجل ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔(۲۸)

ایک دفعہ کسی نے حضرت عائشہؓ کی کوئی چیز چرائی، زنانہ رسم کے مطابق انہوں نے اس کو بددعا دی، ارشاد ہوا **لاتسجی عنہ** یعنی بددعا دے کر اپنا ثواب اور اس کا گناہ کم نہ کرو۔ایک بار سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک اونٹ پر سوار تھیں، اونٹ کچھ تیزی کرنے لگا، عام عورتوں کی طرح ان کی زبان سے بھی فقرۂ لعنت نکل گیا، آپ نے حکم دیا کہ اونٹ کو واپس کردو ملعون چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی (۲۹)۔یہ گویا تعلیم تھی کہ جانور تک کو برا نہیں کہنا چاہیے۔عام طور سے لوگ خصوصاً عورتیں معمولی گناہوں کی پرواہ نہیں کرتیں، آپ نے حضرت عائشہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا ''یا

عائشہ ایاک و محقرات الذنوب ، عائشہ معمولی گناہوں سے بھی بچا کرو، خدا کے ہاں ان کی بھی پرسش ہوگی (۳۰)۔ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عورت کا حال بیان کر رہی تھیں، اثنائے گفتگو میں بولیں کہ وہ پست قد ہے۔آپ نے فوراً ٹوکا کہ عائشہ یہ بھی غیبت ہے(۳۱)۔حضرت صفیہؓ کسی قدر پست قد تھیں۔ایک دن انہوں نے کہا ''یارسول اللہ! بس کیجئے صفیہ تو اتنی ہیں'' تو آپ نے فرمایا ''تم نے ایسی بات کہی کہ اگر سمندر کے پانی میں بھی ملاؤ تو ملا سکتی ہو یعنی یہ غیبت ایسی تلخ بات ہے کہ سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو کل پانی بدمزہ ہوجائے'' عرض کی یارسول اللہ! میں نے ایک شخص کی نسبت واقعہ بیان کیا فرمایا کہ اگر مجھ کو اتنا اور اتنا بھی دیا جائے تو بھی یہ بیان نہ کروں(۳۲)۔یعنی مجھ کو کسی قدر بھی لالچ دلائی جائے تو میں ایسی بات کسی کے متعلق نہ کہوں۔ایک دفعہ کسی سائل نے سوال کیا، حضرت عائشہ نے اشارہ کیا تو لونڈی ذراسی چیز لے کر دینے چلی، آپ نے فرمایا ''گن گن کر نہ دیا کرو، ورنہ خدا تم کو بھی گن گن کر دے گا (۳۳)۔'' دوسرے موقع پر فرمایا ''عائشہ! چھوہارے کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو وہی سائل کو دے کر آتش جہنم سے بچو، اسے بھوکا کھائے گا اور پیٹ بھرے گا۔

ایک موقع پر آپ نے یہ دعا مانگی۔''خداوندا! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالتِ مسکینی ہی میں موت دے اور مسکینوں ہی کے ساتھ قیامت میں اٹھا۔'' حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ یہ کیوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مسکین دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔اے عائشہ! کسی مسکین کو بے نیلِ مرام واپس نہ کرنا، گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے پاس جگہ دیا کرو'' ان مختلف اخلاقی نصائح کے علاوہ، نماز، دعا اور دینیات کی اکثر باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سکھایا کرتے تھے، وہ نہایت شوق سے ان کو سیکھا کرتی تھیں اور ہر ایک حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔(جامع ترمذی، ابواب الزہد)

خصوصیاتِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعدل الناس تھے۔آپ نے اپنی ازواجِ طاہرات وطیبات کو ایک ایک دن دے رکھا تھا اور سارا دن انھیں کے پاس گزارتے تھے مگر سیدہ عائشہ کی خوش نصیبی ملاحظہ ہو کہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دن بھی سیدہ عائشہ کو ھبہ کردیا۔یوں سیدہ عائشہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دن قیام فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات انہی دنوں میں سے ایک میں حجرہ عائشہ میں ہوئی۔درآں حالیکہ آپ سیدہ کا آسرا لیے ہوئے تھے۔سیدہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے آخروقت مسواک چبا کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور یوں اللہ نے نبی کے دہنِ مبارک میں سیدہ کا لعابِ دہن جمع کردیا۔لعابِ دہنِ رسول و عائشہ کا جمع ہونا دنیا کی آخری گھڑی اور آخرت کے پہلے لمحہ میں وقوع پذیر ہوا۔سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، سیدۂ کائنات کے گھر میں دفن ہوئے۔مجھے اس بات سے بہت سکون ہوا کہ میں نے عائشہ کی ہتھیلی کی سفیدی جنت میں دیکھی۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی تمام بیویوں سے زیادہ عالمہ تھیں۔آپ علی الاطلاق تمام کائنات کی مومنہ خواتین سے بڑی عالمہ تھیں۔عطاء ابن رباح کہتے ہیں

سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ تمام انسانوں سے زیادہ فقیہہ تھیں۔ تمام انسانوں سے زیادہ علم رکھتی تھیں۔ آپ کی رائے اجتماعی امور میں سب سے بہتر ہوتی تھی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم اصحابِ محمد پر جب بھی کبھی حدیث کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو ہم نے اس کا علم سیدہ کے پاس پایا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت مریمؑ بنت عمران، خدیجہؓ بنت خویلد اور آسیہؓ امراۃ فرعون پر اس طرح ہے جس طرح کھانوں میں (عربوں کے ہاں) ثرید کی فضیلت ہے۔

آپ کی وفاتِ حسرت آیات:

سیدہٴ کائنات رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۷ برس کی عمر میں منگل کی رات ۱۷ رمضان المبارک ۵۷ھ میں ہوئی۔ آپ طبعی موت سے دوچار ہوئیں۔ کوئی غیر طبعی حادثہ آپ کو پیش نہیں آیا۔ اس سلسلہ کی تمام روایات حوزہٴ ”چلمیہ“ قم کے گٹر کی عفونت پر مشتمل ہیں۔ آپ کی نمازِ جنازہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وتروں کی جماعت کے بعد پڑھائی۔

آپ کی تدفین:

آپ کے دو بھانجے عبداللہ ابن زبیر اور عروہ ابن زبیر، دو بھتیجے قاسم وعبداللہ محمد ابن ابوبکر کے بیٹے اور تیسرے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم شریک ہوئے۔ ان عظیم فرزندوں نے اپنی اور اہلِ ایمان کی مادرِ مہربان اور امانتِ کبریٰ کو تراب کے پردوں میں مستور کردیا۔ (۳۴)

☆☆☆

حواشی

(۱) صحیح بخاری باب تالیف القرآن و بلاذری، فصل خط (۲) صحیح بخاری صلوٰۃ الوسطیٰ، مسند احمد جلد ۶، صفحہ ۷۳ (۳) مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۸۷ و ترمذی صفحہ ۳۹۷ (۴) مستدرک الحاکم ذکر عائشہ فی الصحابیات (۵) ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۶۷ (۶) ابن حنبل، مسند عائشہؓ، صفحہ ۶۷ (۷) مسند عائشہؓ، صفحہ ۷۷ (۸) مسند عائشہؓ، صفحہ ۱۵۹ (۹) صحیح بخاری، کتاب العلم (۱۰) صحیح بخاری، صفحہ ۲۱ کتاب العلم (۱۱) صحیح بخاری، صفحہ ۲۱، کتاب العلم (۱۲) مسند احمد، صفحہ ۳۵ (۱۳) مسند، صفحہ ۱۱۰ (۱۴) صحیح بخاری، صفحہ ۹۶۶، باب کیف الحشر (۱۵) مسند عائشہ، صفحہ ۹۳ (۱۶) صحیح مسلم باب النکاح (۱۷) مسند احمد، ص ۱۷۵ (۱۸) صحیح بخاری، ص ۹۰۹ باب تربت یمینک (۱۹) ترمذی وابن ماجہ ومسند ص ۱۵۹ (۲۰) جامع ترمذی، کتاب الجنائز (۲۱) صحیح بخاری، باب الفرقہ، ص ۳۳۵ (۲۲) صحیح بخاری، باب الغیبۃ (۲۳) مسند عائشہ، صفحہ ۱۳۳ (۲۴) صحیح بخاری، باب القصد والمداومۃ علی العمل (۲۵) صحیح بخاری باب فضل من قام رمضان (۲۶) صحیح بخاری، ص ۸۹۰ باب الرفق فی الامر کلہ (۲۷) مسند، صفحہ ۴۵ (۲۸) ایضاً صفحہ ۲۷ (۲۹) ایضاً صفحہ ۷۰ (۳۰) ایضاً صفحہ ۲۰۶ (۳۱) ایضاً صفحہ ۷۰ (۳۲) ابوداوٴد کتاب الادب (۳۳) البدایہ والنہایہ، ج ۸، صفحہ ۹۲، ۹۳ (۳۴) البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۹۴

افادات: جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ مرتب: سید محمد کفیل بخاری

عید الفطر...... صدقۃ الفطر
(فضائل، احکام، مسائل)

تمہید:

عید الفطر بھی دیگر امتیازات دینیہ کی طرح ایک عظیم اسلامی شعار، ایک دور رس اخلاقی نصاب، ایک مسنون تفریح اور قومی مسرت اور خوشی کا مبارک دن ہے، جسے دنیا والوں کے معمولات کے بالعکس اللہ نے بجائے ایک تہوار کے عبادت کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بہ قدر ضرورت تفریح کی آمیزش کر کے اسلام کی قوت و عظمت کو دوام بخش دیا ہے۔

ہر مرغوب و محبوب شے کے حصول اور عزیز مقصد کے انجام پانے پر جب فطرۃً خوشی نصیب ہو تو دستور ہے کہ اس کے اظہار کی کوئی نہ کوئی صورت اور تدبیر ضرور اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے بھی دین فطرت ہونے کی وجہ سے اس معصوم انسانی جذبہ کی پوری قدر کی اور دین فطرت کی قائل امت مرحومہ کی دلداری و عزت افزائی فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے پاکیزہ مہینے میں مختلف قسم کی شبانہ روز عبادت و ریاضت خوش اسلوبی سے مکمل کرنے پر یکم شوال کے دن چند خاص اعمال پر مشتمل ایک مظاہرہ مسرت و تفریح قانوناً مقرر کر دیا ہے۔

تحفہ عبودیت:

اپنی عزت و جاہت کے لیے نہیں بلکہ حصول اجر و ثواب کی نیت کے ساتھ سچے دل سے دیئے ہوئے عطیہ کو صدقہ کہتے ہیں۔ اور ''فطر'' کا معنی ہے ٹوٹنا، کھلنا، جدا ہونا، تو صدقۃ الفطر کا مطلب ہوا۔ ماہ صیام کے جدا ہونے، روزہ کا عمل ٹوٹنے نیز کھانے پینے اور میاں بیوی کے میل جول کی بندش کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص قلب سے پیش کیا ہوا ''ہدیہ تشکر''

ہر چھوٹا بڑے کے لیے اور ہر ممنون اپنے محسن و مربی اور مرکز عقیدت تک کوئی تحفہ اور عطیہ کسی ذریعہ اور واسطہ کے ساتھ ہی پہنچانے جاتا ہے اور اس عمل کو اپنا فطری اور اخلاقی فرض، موجب سعادت اور باعثِ خیر و برکت عمل یقین کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح فرماں بردار مخلوق جب خالق مطلق اور رب رحیم و کریم کے حضور اپنی بندگی اور توفیق عبادت و ریاضت کی نعمت نصیب ہونے پر اظہار سرور فرحت کے لیے جبہ سائی کا ارادہ کرے تو فقراء و مساکین کا معروف طبقہ کہ جن لوگوں کی حالت عجز واحتیاج، پروردگار کو بڑی محبوب ہے۔ ان کو اپنا وکیل اور نمائندہ بنا کر بارگاہ صمدیہ کے مناسب ہدیہ نیاز پیش کرنے پر فطرۃً اور قانوناً مامور و مجبور ہو جاتی ہے، یہ حاصل ہے، صدقۃ الفطر کی قانونی رسم اور شرعی ضابطہ کے اداء و تکمیل کا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں تازندگی اس روحانی فصل بہار سے دل و دماغ اور جسم و جان کے لیے کسب فیض و نور کا موقع ملتا ہے۔ ورزقنا اللہ ابداً...... آمین! ہم سب کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔

زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا نصاب:

ہر آزاد، عاقل، بالغ مسلم جو گھریلو ضروریات کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کے نقد روپیہ یا سونے یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی قیمت کے سامان یا جائیداد یا تجارتی مال کا مالک ہو یا اس کے پاس موجود تمام اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے یا پھر وہ بجائے چاندی کے ساڑھے سات تولے سونے یا اتنے وزن کے سونے کے زیورات کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ کی طرح عید الفطر کے دن نماز کا وقت آتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اتنی مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال کا گزرنا ضروری نہیں۔

صدقۂ فطر:

ہر میاں بیوی پر صرف اپنی ذات کی طرف سے اور اپنے بے مال غیر بالغ یا بالغ مگر مجنون اولاد نیز اپنے نوکر اور خادمہ کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ مال دار بالغ اولاد اور باقی گھر والے اپنا صدقہ خود ادا کریں۔ البتہ ان کا وکیل بن کر صدقہ وزکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا درست ہے اور اگر کسی شخص نے بغیر ایک دوسرے کی اجازت کے ازخود ہی اس کی طرف سے دے دیا تو وہ ’’صدقہ نفلیہ‘‘ بن جائے گا اور اصل آدمی پر صدقۃ الفطر بدستور واجب رہے گا۔ اس کو مستقلاً ادا کرنا ضروری ہے۔

عورت شریعت کے مطابق چونکہ اکثر احکام میں مرد کی طرح مستقل شخصیت وحیثیت کی مالک ہے۔ چنانچہ نقد اور غیر نقدی مال وغیرہ کے جمع اور خرچ میں اس کی ملکیت وحیثیت بھی مستقل ہے۔ لہٰذا اس پر صرف اپنی ذات کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے، اپنے شوہر اور اولاد کی طرف سے نہیں! اور اگر گھر میں صرف اس کے خاوند نے صدقہ ادا کیا تو اس سے عورت پر واجب شدہ صدقہ ادا نہیں ہوگا بلکہ اسے بہر حال اپنی زکوٰۃ، عشر اور قربانی کی طرح اپنا یہ صدقۃ الفطر بھی خود ہی براہ راست لازماً ادا کرنا پڑے گا ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔

صدقہ فطر میں پونے دو کلو گندم (احتیاطاً دو کلو) یا گندم کا آٹا یا ساڑھے تین کلو جَو (احتیاطاً چار کلو) یا جَو کا آٹا اور ستو یا چار کلو کھجور یا کشمش یا ان کی قیمت حاضر نرخ کے مطابق دینا واجب ہے۔ فقراء کی ضرورت کے لحاظ سے نقد پیسے دینا اولیٰ اور بہتر ہے تاکہ وہ غریب خود بھی کچھ خرید کر عید کی خوشی میں براہ راست حصہ دار بن سکے۔

نمازِ عید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا افضل اور مستحب ہے اور عید سے ایک دو روز قبل بھی ادا کرنا جائز ہے۔

صدقہ فطر کے مستحق...... غیر مستحق:

رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں، باپ، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی میں سے کسی کو بھی صدقہ فطر اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی شوہر، بیوی ایک دوسرے کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ اس کے علاوہ دیگر محتاج ومسکین عزیز واقارب میں سے سوتیلے دادا، دادی، سوتیلے ماں، باپ، حقیقی چچا، چچی، پھوپھا، پھوپھی، ماموں، ممانی، خالو، خالہ، حقیقی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، اپنے سسر، ساس، سالہ، سالی اور بہنوئی سب کو زکوٰۃ وعشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے۔

سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ فطر سمیت تمام صدقات واجبہ، زکوٰۃ وعشر دینا جائز نہیں۔

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ''تمام صدقات، محمد اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ سادات بنو ہاشم کی پانچ شاخیں یہ ہیں (۱) آل علی (۲) آل عباس (۳) آل جعفر (۴) آل عقیل (۵) آل حارث (حضور ﷺ کے سب سے بڑے سوتیلے چچا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد)

عید کے دن مسنون اعمال:

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) حسب استطاعت کپڑے پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح کو جلدی اٹھنا (۷) عیدگاہ میں جلدی جانا (۸) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا کھجور یا چھوارے کے طاق دانے کھانا مستحب ہے (۹) نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا (۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا (بہ عذر شرعی شہر کی مسجد میں پڑھنا) (۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں اللّٰہ اکبر، لاالہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا۔ (سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ جانا)

نماز عید کے احکام:

نماز عید کا وقت طلوع آفتاب یعنی اشراق کی نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ نماز عید سے قبل کوئی بھی نفل نماز گھر یا مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ حکم عورتوں اور ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھ سکیں۔ نماز عید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت۔ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے۔

طریقہ نماز:

دو رکعت نماز عید واجب مع چھے تکبیرات زائدہ کی نیت کر کے امام کے ساتھ پہلی تکبیر پر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللّٰھم آخر پڑھ لیں۔ پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، اب امام سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ دوسری رکعت میں امام جب فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لے تو اس کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کر لیں۔ پھر باقی ارکان سمیت نماز پوری کر لیں۔ بعد از نماز حسبِ دستور دعا بھی مانگ لیں۔

خطباتِ عید:

نماز کے بعد دو خطبات سنت ہیں، انہیں خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیے۔

جبری معانقہ ومصافحہ:

خطبہ کے بعد امام کو مصلیٰ سے ہٹ کر ایک طرف ہوجانا چاہیے تاکہ لوگ آسانی سے منتشر ہوجائیں، اسی طرح نمازیوں کا ایک دوسرے کو یا امام کو سلام اور مصافحہ ومعانقہ کرنا اور عید کی مبارک باد دینا بھی ثابت نہیں۔ گردنیں پھلانگنا، جلدی اور تیزی سے لپکنا اور جبری معانقہ ومصافحہ، سلام اور مبارک باد دینے کی کوشش کرنا قطعاً غلط اور خلافِ سنت اور بدعت ہے۔ اس غیر مسنون عمل سے بچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ

علی ہے میری محبت کا مرکز و محور
علی کا میں ہوں شناسا ہے وہ مرا مفخر

علی غلامِ محمد ہے میں غلامِ علی
جو تو غلامِ محمد ہے میں ترا قنبر

علی ہے مہر و مروت، علی ہے صدق و صفا
علی قضا میں ولی ہے وہ زہد کا پیکر

علی ولاء و غنا ہے، علی ہے جود و سخا
علی بہ پیشِ الٰہی، اے مشرکاں! افقر

علی ہے فقر کا وارث، علی کو فقر پہ ناز
علی کا فقر ہے دنیا میں بہتر و برتر

(ملتان، ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ/نومبر ۱۹۸۸ء)

علیؓ......اک جلوۂ مخفی

علی مولیٰ ہے نسبت میں
علی اولیٰ محبت میں

بشارت ہے ، ولایت ہے
وہ برتر سابقیت میں

علی قاضی بھی ، غازی بھی
علی اقضیٰ ہے امت میں

علی اک جلوۂ مخفی
علی اعلیٰ امامت میں

علی تنہا قدامت میں
علی چوتھا خلافت میں

(ملتان، ۲۱ رمضان ۱۴۱۹ھ/جنوری ۱۹۹۹ء)

برحق ، معاویہ پہ فضیلت علی کو ہے
ہاں کچھ معاویہ کی فضیلت علی پہ ہے

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

شورش کاشمیریؒ

ہوں مرے ماں باپ قرباں اس مقدس نام پر
عائشہ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر

جس کی عفت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جس کی غیرت کے نشاں ہیں دامنِ ایام پر

جس کو بخشا تھا پیمبر نے ''حمیرا'' کا لقب
مہر و مہ کی رونقیں قربان اُس کے نام پر

جس کے فرزندوں نے سیلِ بے کراں کے روپ میں
اپنی سطوت کے عَلَم لہرائے روم و شام پر

جس پہ باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اِتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر

سید الکونین کی سیرت کا نورانی ورق
جیسے صیقل جگمگاتی ہو دلِ صمصام پر

ہم گنہ گاروں کا شورشؔ! کون ہے ان کے سوا
خواجۂ کونین کی رحمت ہے خاص و عام پر

چھوٹا سا سنسار

احفاظ الرحمٰن

تنکا تنکا جوڑ بنایا چھوٹا سا سنسار
پاپی پیٹ کی پیتا پل پل ساتھ رہی مہاراج!
سپنوں کے پیچھے ہم بھاگے، ہاتھ نہ آیا کوئی
گرتے پڑتے جیون کاٹا، ساتھ نہ آیا کوئی
روکھی سوکھی روٹی کا بھی کال پڑا ہے آج
چھوٹا سا سنسار تھا، وہ بھی بکھر گیا مہاراج!
بکھر گیا سب باسن بھانڈا، بکھر گیا کھلیان
پانی میں ہم ڈھونڈتے ہیں پُرکھوں کا گورستان
چھوٹا سا سنسار ہمارا مٹی ہو گیا آج
سنتے ہو مہاراج؟

آنسو پیتے پیتے جل گئے بچوں کے ارمان
ننھے ننھے دیپ تھے، جن کو ڈس گئی کالی رات
محل تمھارے روز منائیں، دیوالی، شبرات
روز تمھاری ڈیوڑھی پر ہو خوشیوں کی برسات
اونچی گدی رہے تمھاری، اونچا ٹھاٹ اور باٹ
چاروں اُور تمھاری جے جے کار مچی مہاراج!
چاروں اُور تمھاری نوبت باج رہی مہاراج

پیرس سے لندن تک گونجے نام تمھارا سائیں
اونچی گدی رہے تمھاری، اونچا ٹھاٹ اور باٹ
چھوٹی سی ہے اَرَج ہماری، چھوٹا سا سنسار
بھوکی ننگی پرجا پر بھی کرپا ہو سرکار
چھوٹا سا سنسار ہمارا بکھر گیا مہاراج!
سنتے ہو مہاراج؟

☆☆☆

غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

یادوں کی نگری میں جس دم اس دل کا پھیرا ہوتا ہے
ان بھیگی بھیگی آنکھوں میں دکھ درد ودھیرا ہوتا ہے

اک چاند ابھر سا آتا ہے اُس لمحے دل کے آنگن میں
جب رخ پہ تیرے زلفوں کا گھمبیر اندھیرا ہوتا ہے

تقدیس کی وادی میں ہر دم رحمت کی گھٹائیں چھائی ہیں
اک نور برستا ہے ہر سو، ہر سمت سویرا ہوتا ہے

ساحل کی فضائیں راس کہاں، ہم زد پہ ہیں طوفانوں کی
ہم لوگ شناور ہیں جن کا لہروں پہ بسیرا ہوتا ہے

اُس وقت فضا میں اڑتا ہوں، پَر ہمت کو لگ جاتے ہیں
پُرعزم ارادوں کو میرے جب حوصلہ تیرا ہوتا ہے

دکھ، درد کے لمحے ہم پر بھی آتے ہیں گزر ہی جاتے ہیں
اک ہوک سی اٹھتی ہے دل سے جب درد گھنیرا ہوتا ہے

میں مست الست بخاری کا پروانہ اُن کا دیوانہ
ہر دم ہی اُن کی یادوں کا اس دل میں ڈیرا ہوتا ہے

کچھ زخم تو تازہ ہوتے ہیں، جب کھلتا ہے در یادوں کا
اُن بھولی بسری باتوں میں کچھ ذکر تو تیرا ہوتا ہے

دن رات کی گردش سے خالدؔ، یہ وقت بدلتا ہے یونہی
جو صبح کو میرا ہوتا ہے، وہ شام کو تیرا ہوتا ہے

سیالکوٹ کا سانحہ

عرفان صدیقی

بھرے مجمع میں پولیس اہلکاروں کی آنکھوں کے عین سامنے، ایک رواں دواں سڑک کے بیچوں بیچ، شاعرِ مشرق کے شہر میں، جس بے دردی کے ساتھ دو بھائیوں کو ڈنڈے مار مار کر قتل کر دیا گیا؛ اس پہ کچھ لکھتے ہوئے بھی دل برگ خزاں رسیدہ کی طرح لرز رہا ہے۔ لغت عاجز ہے کہ اس فعل کو کیا نام دیا جائے۔ درندگی، شقاوت، بہمیت، حیوانیت، سنگدلی، سفاکی جیسے الفاظ اس فعل کی سنگینی کے سامنے بالکل بونے لگتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ تو بہت دور کی بات ہے، کسی نام نہاد انسانی معاشرے میں بھی اس انداز کی انسان کشی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی آزار پسند فلم ہدایت کار، کسی فلم میں بھی اس طرح کا منظر نہیں فلما سکتا۔

مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ لوگ کس مٹی کے بنے ہوئے تھے جو دائرے بنائے، دل لہو کر دینے والے اس خونیں منظر کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے اور لطف اندوز ہوتے رہے۔ کیا وہ پتھر کی بنی مورتیاں تھیں کہ کسی کے دل میں ارتعاش پیدا نہ ہوا، کسی کے سینے میں درد نے انگڑائی نہ لی، کسی کو خوف خدا کا احساس نہ ہوا۔ کیسے لوگ تھے یہ کہ دو انسانوں کو درندوں کے ستم کا نشانہ بنتے دیکھتے رہے اور کسی ایک نے بھی آگے بڑھ کر ظالموں کی کلائی پکڑنے کی کوشش نہ کی؟ اور پولیس کے وہ اہلکار کس گروہِ قاتلاں کے تعلقدار تھے کہ وردیاں پہنے، سروں پر ٹوپیاں سجائے، اپنے قمیضوں کی پشت پر "POLICE" کے مخطوطے سجائے، ہتھیار لیے چپ چاپ کھڑے دو نوجوانوں کو ڈنڈوں کا نشانہ بنتے، لہو میں لت پت ہوتے، تڑپتے، بلکتے اور چیختے دیکھتے رہے اور ان کے دلوں میں درد کی کسک اٹھی، نہ انھیں خیال آیا کہ اُن کی بنیادی ذمہ داری کیا ہے اور انھیں کس بات کی تنخواہ ملتی ہے؟ میں نے دیکھا ہجوم میں بچے بھی تھے، جوان بھی، ادھیڑ عمر لوگ بھی، باریش افراد بھی، پولیس اہلکار بھی اور سب تماش بینوں کی طرح ایک ایسے منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے؛ جو گئے زمانوں کے سیاہ فام افریقی وحشی بھی دیکھیں تو ٹوٹ پھوٹ جائیں۔ وہ نوجوان جو برہنہ ہو چکے تھے، زمین پر تڑپ رہے تھے، ڈنڈے مارنے والا ایک وحشی تھک جاتا تو دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا، دوسرا تھک جاتا تو تیسرا اپنی مردانگی آزمانے آ جاتا۔ یہاں تک کہ وہ دم توڑ گئے لیکن درندگی کو تب بھی سکون نہ ملا۔ ان کے ادھڑے ہوئے خون آلود جسم ایک کھمبے کے ساتھ ٹانگ دیئے گئے۔

یہ سب کچھ میرے، بلکہ ہم سب کے دوست ڈی آئی جی ذوالفقار چیمہ کے زیر تحکم علاقے میں ہوا۔ ذوالفقار کا

شمار اُن پولیس افسران میں ہوتا ہے جو محکمے کی دستار اور وقار کہلاتے ہیں۔ گوجرانوالہ رینج کو نامی گرامی غنڈوں، اغوا کاروں اور سفاک مجرموں سے پاک کرنے میں انھوں نے یادگار کردار ادا کیا۔ اپنے ماتحت عملے کی ہمہ پہلو تربیت اور اصلاح کے لیے وہ مسلسل سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اُن کا یہ بھی امتیاز ہے کہ وہ کسی بدعنوان، بے ہنر اور نا اہل پولیس افسر کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے۔ اُن کی کاوشوں کے طفیل ''گوجرانوالہ ماڈل'' کی اصطلاح، محکمہ پولیس کے لیے ایک روشن نظیر یا علامت کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس معاملے کا کامل پیشہ ورانہ دیانت کے ساتھ جائزہ لیں گے اور ظالم، چاہے وہ جو بھی ہیں، قانون کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔

کہانی کا یہ پہلو میڈیا میں سامنے آیا کہ اس وقوعہ سے ذرا قبل ایک واردات ہوئی جس میں بلال نامی شخص پستول کی گولی سے ہلاک ہو گیا۔ دو افراد زخمی ہوئے۔ ڈنڈوں سے ہلاک کر دیئے جانے والے دونوں نوجوانوں کا تعلق اس واردات سے جوڑ دیا گیا اور وہ مقتول پارٹی کے مشتعل گروہ کا نشانہ بن گئے۔

پندرہ اور اُنیس سالہ مغیث اور منیب نویں اور گیارہویں جماعت کے طالب علم تھے۔ چھوٹا بھائی حافظ قرآن بھی تھا۔ اُن کا یا اُن کے خاندان کا کوئی مجرمانہ پس منظر نہیں۔ اُن کے والد علاقے کی نیک نام شخصیت ہیں۔ اس کے باوجود اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ کم سن نوجوان کہیں ڈاکہ ڈالنے گئے تھے یا انھوں نے فائرنگ کر کے کسی کو قتل یا زخمی بھی کر دیا تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ چند مادر پدر آزاد درندے اُن کے ساتھ یہ سلوک کریں؟ کیا اس کے بعد پولیس کی ذمہ داری صرف یہ رہ جاتی ہے کہ اُس کے وردی پوش اہلکار دو مبینہ مجرموں یا ملزموں کو اس درندگی کے ساتھ قتل ہوتے دیکھتے رہیں؟

خوش کلام شاعر، عنایت علی خان نے کیا شعر کہا تھا:

حادثے سے بڑا سانحہ یہ ہوا
لوگ ٹھہرے نہیں حادثہ دیکھ کر

عنایت علی خان نے اسے سانحہ سے تعبیر کیا کہ لوگ ایک جان گداز حادثہ دیکھ کر رکنے کی بجائے اپنی راہ لیں لیکن جب لوگ اس طرح کا خونیں کھیل دیکھ کر ٹھہر جائیں اور دستِ قاتل پکڑنے کی بجائے کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے اور حظ اٹھانے میں لگ جائیں تو اسے سانحے کی کون سی شکل کہا جائے؟ کیا ہمارا معاشرہ تہذیب کے قرینوں سے محروم ہوتا جا رہا ہے؟ کیا اس کی رگوں میں دوڑتا لہو برفاب کی شکل اختیار کر گیا ہے؟ کیا یہ ہمہ گیر زوال اور پستی کی نشانی نہیں کہ ہم سب کچھ پولیس کے ذمے ڈال کر اُن ذمہ داریوں سے غافل ہو جائیں جو ایک مسلمان یا ایک مہذب شہری ہونے کے ناتے ہم پر عائد ہوتی ہیں؟ اس سے تو بہتر ہوتا کہ ''حادثہ'' دیکھ کر لوگ ٹھہرنے کے بجائے آگے نکل جاتے۔ کیا ٹھہر کر ایک تماش بین ٹولی کا کردار ادا کر کے انھوں نے درندگی کی حوصلہ افزائی نہیں کی؟

اچھا ہوا کہ سپریم کورٹ نے از خود نوٹس لے لیا۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی دل سوزی بجا ہے۔ ''غضب

خدا کا کسی نے بھی ظالموں کا ہاتھ روکنے کی کوشش نہ کی۔ لوگ بھوکے ننگے تو مر ہی رہے تھے۔ اب سڑکوں پر پولیس کی موجودگی میں ڈنڈے مار مار کر ہلاک کیا جا رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کسی مہذب معاشرے میں ایسے واقعہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ڈی پی او کو فی الفور معطل کر دیا جانا چاہیے تھا۔'' چیف جسٹس نے سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ سے سوال کیا کہ '' آپ پاکستان کے بارے میں دنیا کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ اتنا بڑا واقعہ ہو گیا اور آئی جی نے ابھی تک کوئی ایکشن نہیں لیا......''

اب ایکشن لے لیا گیا ہے۔ دو پولیس افسران پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کر دی گئی ہے لیکن شاید یہ کافی نہ ہو۔ پولیس خود اس معاملے میں صفِ ملزمان میں کھڑی ہے۔ شاید وہ غیر جانبدارانہ اور منصفانہ تحقیقات کے تقاضے پورے نہ کر سکے۔ یہ کام کم از کم ہائی کورٹ کے جج کی سربراہی میں قائم ایک کمیشن کر سکتا ہے جسے ایک اچھی ٹیم اور مکمل اختیارات کے ساتھ مختصر مدت میں تحقیقات کا کام سونپا جائے۔ دیکھا جائے کہ بلال نامی شخص کا قاتل کون ہے؟ دو زخمیوں کو کس نے نشانہ بنایا؟ اس واقعے سے مغیث اور منیب کا کوئی تعلق بنتا ہے یا نہیں؟

ایک جرم تو بڑا واضح ہے اور وہ یہ کہ منیب اور مغیث کو بے رحمی سے قتل کرنے والوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لیا۔ پولیس کا جرم آشکارا ہے کہ اُس نے اپنے فرائض سے غفلت برتی اور کافی دیر تک کھلی شاہراہ پر دونو جوانوں کو درندگی کا نشانہ بننے دیا۔ ایسے لوگ قاتل نہیں تو بھی شاملِ قتل بہرحال ہیں۔ رہے وہ تماشائی جو ڈھٹائی کے ساتھ ایک مکروہ واردات سے لطف اٹھاتے رہے تو دعا ہے کہ وہ اللہ کے غضب سے محفوظ رہیں۔ قدرت ایسے لوگوں کو کم ہی معاف کرتی ہے۔

جناب سجاد بٹ کے دو ہی بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔ اللہ انھیں ہمت اور حوصلہ دے لیکن یہ دعا مانگتے ہوئے بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

اسلامی ریاست میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

اسلام اور حکومت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات و احکامات کی روشنی میں حکومت، ریاست، سیاست، سلطنت، حکمرانی یہ سب کچھ امورِ دین کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ تمام امور ثواب و عذاب کے اسی طرح سے مستحق قرار دیئے گئے ہیں، جس طرح دین کے دوسرے معاملات جزا و سزا کے مستحق ہیں۔ جس طرح دین کے ہر معاملے میں مرکز و محور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے، اسی طرح ہر وہ معاملہ یا ہر وہ بات یا ہر وہ حکم یا ہر وہ اصول جس کا تعلق سلطنت، ریاست یا پھر سیاست کے ساتھ ہے۔ اس کا مرکز و محور بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ اسلامی طرزِ حکومت یا اسلامی طرزِ سیاست بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ اسی طرح سے وابستہ ہے جس طرح دوسرے معاملاتِ معاشرت، عبادات و عقائد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق پورا دین ہم تک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہی پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم تک اپنا دین پہنچانے کے لیے پیغمبروں کی قیادت سے کام لیا۔ اس کے لیے کوئی مافوق الفطرت ذریعہ استعمال نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے تو قرآن اُسی فاران کی چوٹی پر رکھ دیتے جس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دیتے کہ فاران کی چوٹی پر ایک الہامی کتاب ''قرآن'' پڑی ہے۔ جاؤ اسے پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ جو عمل کرے گا راہِ نجات پا جائے گا، لیکن ایسا کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو چنا۔ اُن پر قرآن نازل فرمایا اور اُن کا فرض ٹھہرایا کہ وہ قرآن لوگوں کو سمجھائیں۔ قرآن پر خود عمل کر کے دکھائیں اور لوگوں سے عمل کروائیں۔ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو فراموش کر کے قرآن کو نہ تو سمجھنا ہی خدا کو مقصود ہے اور نہ ہی قرآن کوئی ایسی کتاب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بغیر سمجھ میں آ جائے۔

اب قیامت تک یہ بات ایک بنیادی اصول بن گئی ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے راہِ نجات حاصل کرنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان کی قیادت کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور قیامت تک کے لیے ہر اسلامی ریاست میں قیادت اور رہنمائی انہی کی ہوگی تو مسلمان راہِ نجات پائیں گے اور خوشنودیٔ خدا کا سرمایہ حاصل کر سکیں گے ورنہ نہیں۔ قرآن کے ساتھ ساتھ سنت و حدیث کی اہمیت بھی دینِ اسلام میں اس لیے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا ہر عمل اور آپ کا ہر قول قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ ان کے کسی کام میں، ان کی کسی بات میں، ان کی ذات یا ان کی ذاتی خواہشات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جن کے بارے میں قرآن خود بیان کر رہا ہے کہ آپ اُس وقت تک نہیں بولتے جب تک اللہ انھیں اجازت نہیں دیتا۔ دوسرے الفاظ میں زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے لیکن بیان اللہ تعالیٰ کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء بالعموم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص اللہ تعالیٰ کی سیاسی اور قانونی حاکمیتِ اعلیٰ کے مظہر ہیں۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نفاذ پیغمبروں کی جماعت اور آنحضرت کی وساطت سے ہوتا ہے، اس لیے آپ کے ہر حکم کی اطاعت مسلمانوں کے لیے قیامت تک فرض قرار دے دی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر امتی کے چار رشتے اس کی نجات کے لیے ضروری اور لازمی قرار دے دیئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے تو آپ کی ذاتِ اقدس پر ایمان لانا اور اس کے بعد سب سے زیادہ حتیٰ کہ اپنی اولاد اور ماں باپ سے بھی بڑھ کر محبت رکھنا اور تیسرا تعلق آپ کی اطاعت اور پیروی کا ہے جس کے بعد چوتھا تعلق آپ کی اتباع کا ہے جو اطاعت کا نقطۂ کمال ہے۔ اب اگر دیکھا جائے تو یہ چاروں تعلقات ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح سے منسلک اور اور جڑے ہوئے ہیں؛ جیسے ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ آپ کے ساتھ محبت کی جائے اور محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے اور اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان آپ کی اتباع کے کمال تک پہنچے۔ اگر آپ کی اطاعت، اتباع کے درجے تک نہیں تو اس مطلب ہے کہ آپ کے طریقہ اطاعت و پیروی میں کچھ نقص ہے اور اگر آپ کی پیروی میں خلل یا پھر کوئی نقص ہے تو معلوم ہوا کہ آپ کی محبت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا چاہیے تھی وہ نامکمل اور ادھوری ہے اور اگر محبت کامل نہیں تو ایمان میں نقص موجود ہے۔ اس ساری وضاحت سے معلوم ہوا کہ ایمان ذریعہ ہے کہ آپ کی اطاعت و پیروی کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کی جائے جو مقصد حیات ہے۔ دوسرے الفاظ میں خدا کی خوشنودی کا راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیری میں مضمر ہے جو آپ کی قیادت کو عملی طور پر تسلیم کئے بغیر ممکن نہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

(۱)　''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' (النساء: ۸۰)

(۲)　''ہم نے جو رسول بھیجا اس لیے بھیجا کہ اللہ کے اذن کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔'' (النساء: ۶۴)

(۳)　''اے محمد ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس کی روشنی میں حکم کرو جو اللہ نے تمھیں دکھائی ہے۔'' (النساء: ۱۰۵)

(۴)　''اور جو کچھ تم کو رسول دیں لے لو اور جس سے تم کو روک دیں اس رُک جاؤ۔'' (الحشر: ۸)

(۵)　''پس نہیں تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے اختلاف میں تجھ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تُو فیصلہ دے اس پر اپنے نفس میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سر بہ سر تسلیم کرلیں۔'' (النساء: ۶۵)

ان آیاتِ مبارکہ سے اسلامی ریاست یا اسلام کے تصورِ اقتدار کا دوسرا اصول بیان کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے اقرار کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت آپ کے منصبِ رسالت اور دین میں آپ کی مرکزی حیثیت کی وضاحت

کی جارہی ہے جو اسلام کے تصور حکومتِ الٰہیہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک ہی مؤثر ذریعہ اور طریقہ ہے۔ خدا کی حاکمیتِ اعلیٰ کے اقرار کے بعد جب تک کوئی ریاست اس بات کا اعلان نہیں کرتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ماخذ قانون کی حیثیت حاصل ہوگی اور حکومت کے ہر شعبہ کو خواہ وہ مقننہ ہو یا عدلیہ یا پھر انتظامیہ سنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف احکام جاری کرنے، قانون بنانے یا فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اسلامی ریاست کہلانے کی حقدار نہیں ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دین اسلام میں اس حیثیت کو کس خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''اسلام کا داعی مسیحت کے مقدس پہاڑی واعظ کی طرح صرف ایک اخلاقی معلم ہی نہ تھا ور نہ دنیا کے فاتح حکمران کی طرح محض ایک جہانگیر اور عالم ستاں شہنشاہ اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جہانبانی سے الگ نہیں رکھا۔ وہ تو یہ سکھانے آیا تھا کہ دین و دنیا دو نہیں ایک ہی چیز ہے اور شریعت سے حکومت اور سلطنت الگ نہیں، بلکہ سچی حکومت اور خدا کی مرضی کے مطابق، سلطنت وہ ہی ہے جس کو شریعت نے خود پیدا کیا۔ تو پس اسلام کے داعی کا وجود ایک ہی وقت میں ان تمام حیثیتوں اور منصوبوں کا جامع تھا۔ جو ہمیشہ دنیا کی صدہا مختلف شخصیتوں کے اندر منقسم رہی ہیں۔ وہ اللہ کا پیغمبر تھا۔ شریعت کا مقنن تھا، امت کا بانی تھا، ملکوں کا حاکم تھا اور سلطنت کا مالک، وہ اگر پتوں اور چھال سے بنی ہوئی مسجد کے منبر پر وحی الٰہی کا ترجمان اور انسانی سعادت و ہدایت کا واعظ تھا تو اس کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدانِ جنگ میں بھیجنے کے سپہ سالار لشکر بھی تھا۔ وہ ایک ہی وقت ایک ہی زندگی میں گھروں کا نظام معاشرت درست کرتا، نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا اور ساتھ ہی بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ روکتا۔ مکہ کی گھاٹیوں میں ایک فاتح حکمران کی طرح نمایاں بھی ہوتا۔ غرضیکہ اس کی ایک شخصیت کے اندر مختلف حیثیتیں اور منصب جمع تھے اور اسلام کا نظام دینی ہی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع رہیں۔'' (مسئلہ خلافت، مولانا ابوالکلام آزاد، لاہور ۱۹۷۸ء)

....

''خدا کی اطاعت کی عملی شکل دراصل رسول کی اطاعت ہی ہے، اس لیے رسول ہی ہے جو خدا کے نائب کی حیثیت سے خدا کے احکام و قوانین سے باخبر کرتا ہے اور ان کی تنفیذ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں جہاں جہاں بھی **اطیعو اللّٰہ** آیا ہے ساتھ ہی **اطیعو الرسول** کا بھی حکم ہے اس وجہ سے خدا اور رسول کے درمیان فرق کرنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن رسول کی اطاعت تسلیم نہیں کرتے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ وہ بادشاہ کی اطاعت تو کرتے ہیں مگر اس کے مقرر کیے ہوئے نائب کی اطاعت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح خود مختاری کی گنجائش نہ تو دنیا کے قوانین میں کہیں تسلیم کی گئی ہے اور نہ ہی خدا نے اپنے قانون میں اس کے جواز کی کوئی گنجائش رکھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت کے اولوالامر یعنی اربابِ حل و عقد کی طرف منتقل ہوئی۔ وہ اس بات کے مسئول قرار پائے کہ خدا کی زمین میں خدا کے احکام و قوانین نافذ کریں، خود بھی ان کی اطاعت کریں اور دوسروں سے بھی ان کی اطاعت کروائیں۔ سورہ النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں موجود ہے کہ ''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے صاحب امر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

اسلام نے اپنے نظام اطاعت میں الوالامر کی جو بلند منصب عطا کیا ہے تو اس وجہ سے کہ وہ خدا کی تشریعی حاکمیت کے زمین میں نفاذ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس منصب کا یہی تقاضا ہے کہ خود خدا کے قانون کی اطاعت کرے اور اس کے بندوں کے اندر اسی قانون کو جاری و نافذ کرے۔ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات دل و جان سے عزیز تر و محبوب تھی کہ لوگ خدا کے قانون کی اطاعت کریں۔ اسی طرح انہیں یہ بات بھی محبوب ہے کہ لوگ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت کریں اور جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مبغوض تھی کہ لوگ خدا اور رسول کی اطاعت سے انحراف اختیار کریں، اسی طرح ان کے نزدیک یہ چیز مبغوض ہوئی کہ لوگ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف کریں۔'' (اسلامی ریاست، مولانا امین احسن اصلاحی، لاہور ۱۹۷۷ء)

اسلام کے تصور اقتدار اعلیٰ کا حکومت الٰہیہ کو اس وقت تک نہیں سمجھا جا سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سیاسی پہلو کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ کیونکہ زندگی کے اسی حصے میں ہم انہیں خدا کی حاکمیت کو عملی طور پر قائم کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ویسے بھی اسلامی ریاست یا سیاست کی بنیاد نبوت پر رکھی گئی ہے۔ نعمان بن بشیرؓ کا ارشاد ہے کہ ''اسلام کی حکومت کی اصل نبوت ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت الہام کی قوت سے فیض یاب ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر آنے والے نبی نے نبوت کی بنیادوں پر لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی ہیں؛ اس لیے ان کی حیات طیبہ اس میدان میں ہماری مکمل رہنمائی کرتی ہے جس کی روشنی میں حکومت الٰہیہ، خدا کی بالادستی یا خلافتِ الٰہی دراصل ایسی حکومت ہے جو خدا کے پیغمبروں اور ان کے جانشینوں کی حکومت ہو، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ایسی حکومت کو حکومت نہیں بلکہ خلافت سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ حکومت کے مفہوم میں بندوں کی حکومت کا تذکرہ ہے جبکہ خلافت کے مفہوم میں بندوں کی بجائے خدا کی حکومت کا ذکر ہے۔ جس کے متعلق علامہ آلوسی بغدادی کہتے ہیں کہ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت درحقیقت خدا کی حکومت ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبے میں جو خدائی ہدایات ہم تک پہنچائی ہیں؛ اس میں نظامِ حکومت و سیاست کے بارے میں بھی بہت کچھ موجود ہے جس کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلافت میں حکومت ہماری دینی تعلیمات کا مظہر بنتی ہے۔ اس لیے اس وقت تک حکومت اسلامی قوت بن کر نہیں ابھر سکتی، جب تک اس قوت کا انحصار نبوت پر نہ ہو۔ وہ سب کچھ اسلامی حکومت کے اندر موجود ہے جو دین کے مطابق ہے اور وہ سب کچھ اسلامی حکومت سے باہر ہے جو دینِ اسلام سے باہر ہے:

''اصل دینِ الٰہی ایک ہی ہے اور ازل سے لے کر ابد تک ایک ہی رہے گا اور وہ اسلام ہے **ان الدین عنداللّٰہ الاسلام** (خدا کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے) اس دین کی جامعیت کی تشریح مختلف پہلوؤں سے کی گئی ہے اور کی جا سکتی ہے۔ انہی میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ سلطنت اور دین کا معتدل مجموعہ ہے، وہ ایسی سلطنت ہے جو بہترین دین ہے یا ایسا دین ہے جو سرتاپا سلطنت ہے مگر سلطنت الٰہی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سلطنتِ

الٰہی میں قیصر کا وجود نہیں ہے۔اس میں ایک اعلیٰ حاکم وآمر مانا گیا ہے۔وہ حاکم علی الاطلاق اور شہنشاہِ قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔بادشاہی اسی کی ہے، حکم اسی کا ہے۔فرمان صرف اسی کا صادر ہوتا ہے۔دوسرے مجازی حاکموں کا حکم اس وقت مانا جاتا ہے جب وہ عین حکم الٰہی ہو، یا اس پر مبنی ہو اور کم از کم یہ کہ اس کے مخالف نہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کے آخری داعی نبی، پیغمبر ہیں اور وہی سلطنت کے سب سے پہلے امیر، حاکم اور فرمانروا ہیں۔ آپ کے احکام کی بجا آوری عین احکام خدا کی بجا آوری ہے، جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔'' (سیرۃ النبی ﷺ، جلد ہفتم، علامہ سید سلیمان ندوی کراچی، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر قرآن کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ممکن نہیں، بالکل اسی طرح قرآن کو پڑھے بغیر حضور سرورِ کائنات کی شخصیت کو سمجھنا۔ان کے منصب سے متعارف ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔قرآن پاک کے مطالعے سے یہ بات ہم پر واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغمبرِ خدا نہیں تھے۔قرآن پاک اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ آپ صرف نامہ بر نہ تھے بلکہ خدا کی طرف سے مقرر کئے ہوئے رہبر، حاکم اور معلم بھی تھے۔جن کی پیروی واطاعت مسلمانوں پر لازم ہے جن کی زندگی کو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے نمونہ قرار دیا جا چکا ہے۔اسلامی ریاست کا ہر حکمران اب جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو سامنے رکھ کر ان کی اطاعت خود نہیں کرتا اور دوسروں سے نہیں کرواتا۔اس وقت تک وہ مسلمانوں کا حکمران کہلانے کا حقدار ہی نہیں ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیثیتیں ان کے مامور من اللہ ہونے پر ہیں۔وہ زندگی کے ہر میدان میں ایک کامل رہبر کی حیثیت میں مامور من اللہ ہیں۔مکہ یا مدینہ کے رہنے والوں نے انہیں ووٹوں کے ذریعے اپنا رہنما منتخب نہیں کیا تھا اور نہ ہی مدینے والے اس بات کے مجاز تھے۔مدینے میں جب اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی گئی تو اس وقت مہاجر وانصار نے مشاورت کے ذریعے یہ بات طے نہیں کی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس ریاست کے صدر ہمارے قاضی یا ہماری فوجوں کے سپہ سالار ہوں گے بلکہ قرآن پاک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حیثیت کو خود متعین کر دیا تھا اور دیکھا جائے تو آپ کی ہر حیثیت مقامِ نبوت کی ہی حیثیتیں ہیں جن میں سے کسی ایک کا انکار کفر تک پہنچانے کے لیے کافی ہے، بلکہ عقل کے ترازو تول کر دیکھا جائے تو یہ بات صحیح اور درست نہیں ہے کہ نبی صرف خدا کا کلام پڑھ کر سنا دے۔اس کے بعد ایک عام شہری کی حیثیت سے زندگی کے باقی ایام پورا کرے۔جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کا یہ ایمان ہے کہ ہر زمانے میں تمام دنیا کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاتباع ہیں اور امر ونہی کے میدان میں آپ کا ہر فرمان حُجت ہے۔قرآن کے مطالعے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف حیثیتیں کھل کر صاف صاف سامنے آجاتی ہیں۔آپ معلم بھی ہیں، شارح کتاب اللہ بھی، نمونہ تقلید بھی، چیف جسٹس بھی، حاکم وفرمانروا بھی۔ان تمام حیثیتوں کو تسلیم کرنے کا نام ہی اسلام ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
گر بہ اُو نہ رسیدی تمام بُولہبی است

طرزِ حکمرانی

محمد عرفان الحق

چاروں طرف سنّاٹا چھا چکا تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں چلتا چلتا تین میل دور نکل آیا تھا۔ اچانک اسے ایک طرف آگ جلتی نظر آئی تو وہ اسی طرف ہولیا۔ قریب جا کر دیکھا تو ایک عورت چولہے پر ہنڈیا رکھے کچھ پکا رہی ہے اور قریب دو تین بچے رو رہے ہیں۔ عورت سے صورت حال دریافت کرنے پر اسے علم ہوا کہ یہ اس عورت کے بچے ہیں جو اشیاءِ خورونوش کی عدم دستیابی کے باعث کئی پہر سے بھوکے ہیں اور وہ محض ان کو بہلا کر سلانے کے لیے ہنڈیا میں صرف پانی ڈال کر ہی ابالے جا رہی ہے۔ یہ سنتے ہی اس طویل قامت شخص کے بارعب چہرے پر تفکرات کے آثار امڈ آئے۔ وہ یک دم واپس مڑا اور پیدل ہی چلتا ہوا اپنے ٹھکانہ پر پہنچا۔ کچھ سامان خورونوش نکال کر اپنے خادم سے کہا ''اسلم! یہ سامان کی گٹھڑی میری پیٹھ پر لاد دو'' خادم نے جواباً کہا کہ میں اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتا ہوں مگر طویل قامت اور بارعب شخصیت نے کہا روزِ محشر مجھے اپنا بوجھ خود ہی اٹھانا ہے۔ المختصر یہ کہ اس نے اپنی پشت پر سامان لادا اور پیدل ہی تین میل کا فاصلہ طے کر کے اس ضرورت مند عورت اور اس کے بھوک سے بے تاب بچوں کو وہ سامان دیا۔ جب تک بچوں نے کھانا کھا نہیں لیا تب تک وہیں بیٹھا رہا۔ پھر بچوں کو کھاتا دیکھ کر رات کی تاریکی ہی میں خوشی سے واپس آ گیا۔ طویل قامت اور بارعب شخصیت کو مسلم امہ خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے جو عموماً رات کو رعایا کے احوال سے آگاہی کے لیے گشت کیا کرتے تھے۔ آپ پاکستان کے چھ گنا سے زیادہ وسیع سلطنت کے خلیفہ تھے۔ مگر اپنی رعایا کے احوال سے کبھی بے خبر اور بے پروا نہ ہوئے۔

سیلابی تباہ کاریوں کے ان حالات میں ہمارے حکمرانوں کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمیت دیگر خلفاء راشدین کے طرزِ حکمرانی میں ہی کامیابی و کامرانی اور عوام کے دل جیت لینے کے اور اللہ کی خوشنودی کا راز مضمر ہے۔ اس وقت اتنی آسائشیں اور سہولیات میسر نہیں تھیں جتنی آج ہیں۔ مگر کٹھن اور نامساعد حالات میں بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داری میں ذرّہ برابر بھی کوتاہی نہیں کی اور ۴۴ لاکھ مربع میل کے وسیع رقبہ پر کامیاب حکمرانی کی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس ترقی یافتہ اور آسائش و سہولیات سے بھرے دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی سلطنت سے چھے

سات گنا کم رقبہ پر بسنے والے سیلاب کی تباہ کاریوں سے متأثرہ عوام کو فقط حالات کے سہارے ہی چھوڑ دیا گیا ہے؟ کیا آج ہم صرف نام کے حکمران مسلط ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی پیاسا مر جائے تو وہ میرے ذمہ ہے اور آج تو پاکستان میں روز کئی مسلمان پاکستانی زندگی سے ہاتھ دھوتے چلے جا رہے ہیں۔ کم از کم اس وقت تو یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کرنی ہے یا کسی غیر مسلم اور ملک دشمن کی؟ کیا ہم اسی طرح اپنے عوام کو ترساتے رہیں گے؟ کیا ایسے دگرگوں حالات میں بھی ہم حقائق سے آنکھیں بند کیے رہیں گے؟

دو تین نجی ٹی وی چینلز پر سیلاب زدگان کی امداد کا لیبل لگا کر متأثرہ علاقے کے دورے کا ڈراپ سین نشر کیا گیا۔ جس میں اس چیز کی نقاب کشائی کی گئی ہے کہ وزیر اعظم کی نظروں میں اپنے نمبر بنانے کے لیے سادہ لوح اور آفت زدہ عوام سے کس طرح کا گھناؤنا سلوک کیا جاتا ہے اور وزیر اعظم صورت حال کا ادراک ہونے کے بعد بھی معصومیت کی چادر سے باہر نہیں آتے۔ وزیر اعظم کی واپسی پر تمام سامان اٹھا لیا جاتا ہے اور مصیبت زدہ عوام کے زخموں پر مرہم رکھنے کی بجائے نمک پاشی کی جاتی ہے۔ دوسری طرف سندھ کے علاقہ میں اپوزیشن لیڈر کے دورہ کو کامیاب بنانے کے لیے عوام کو امداد کے سبز باغ دکھا کر اس لیڈر کے لیے زندہ باد کے نعروں کا سامان کیا گیا اور دورہ کے اختتام پر عوام کو ڈیرہ اسماعیل خان کے عوام کی طرح ہی نامراد کر دیا گیا۔ بلکہ اپنے پر ہونے والے ظلم و زیادتی پر احتجاج کرنے والے کچھ نہتے پاکستانی عوام پر انتظامیہ کی طرف سے لاتوں، گھونسوں اور ڈنڈوں کی بارش کر دی گئی۔

یہ تمام مناظر کئی ٹی وی چینلز پر دکھائے گئے مگر تا حال جمہوری روایات کی پاسدار حکومت کی طرف سے کوئی مثبت اقدام سامنے نہیں آیا اور نہ ہی اس اپوزیشن کی طرف سے جو کہ یہ راگ الاپتی ہے کہ ہم جمہوریت کے نظام کو Derail نہیں ہونے دیں گے۔ چین اور سعودی عرب سمیت دیگر ممالک سے انتہائی اعلیٰ پیمانے پر آنے والا امدادی سامان اور رقومات کہاں اور کس مصرف پر استعمال ہو رہی ہیں؟

اربابِ اقتدار و حزبِ اختلاف سے گزارش ہے کہ مصائب و آلام کی اس گھڑی میں آفت زدہ محبِّ وطن پاکستانی عوام پر رحم کریں اور جو امدادی سامان اور رقومات ان کے لیے آ رہی ہیں ان کو انہی پر صَرف کیا جائے۔ امداد تقسیم کرنے کا نظام اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہو بھی تو ذمہ داران کو عبرت ناک سزا دی جائے کہ نشانِ عبرت بن جائے تاکہ آئندہ کوئی اس طرح کے سنگین حالات کا ناجائز فائدہ نہ حاصل کر سکے۔

پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

تیشہ زن! سِل کو کسی پھول کی پتی سے تراش
پردۂ سنگ میں لو دیتا ہے چہرہ کوئی
ہم اسیرانِ شبِ غم ہیں سحر کے وارث
اپنے کاسے میں ہے فردا کا اُجالا کوئی

یہ ہیں پروفیسر تاثیر وجدان۔ اکہرے بدن کا میانہ قد انسان، چہرہ کھلی کتاب، عینک سرورق، رنگ گندمی، آنکھیں روشن اور متحرک، کچھ سوچتی ہوئیں، کچھ بولتی ہوئیں، دل جری نگاہ کھری، قاہری اور دلبری کا مجموعہ، قلب ونظر مسلمان، دماغ اشتراکی بھنویں تنی ہوئیں، خیالات میں تندوتیز، سیمابی طبیعت پائی تھی۔ ماں باپ کا رکھا ہوا نام عبدالحق، خود تاثیر وجدان ہوگئے۔ انڈیا کے ضلع جالندھر کی تحصیل نکودر میں پیدا ہوئے۔ والد ریلوے میں اوورسیئر تھے۔ اُن کے اپنے قول کے مطابق:

''سب سے پہلے والد صاحب کے تربیتی کردار نے مجھے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ جو فطری ورثہ انھوں نے مجھے منتقل کیا، اُس کی نشوونما کا سازگار ماحول بھی وہ خود ہی تھے۔ گھر اور سکول کے ماحول سے علیحدہ کر کے مجھے فطرتی مناظر کے درمیان دعوت دے کر وہ سوال جواب کی شکل میں میری تربیت کرتے رہے۔ اُن کا اندازِ تعلیم اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے رومانی مکتبۂ فکر کے قائدین روسو اور ورڈزورتھ جیسا تھا۔ وہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی کھلم کھلا مذمت اور شاداب جنگلوں کی تعریف وتحسین کرتے ہوئے کہا کرتے تھے:

''گرادو یونیورسٹیوں اور کالجوں کی عمارتوں کو۔ یہ سب مصنوعی تمدن کی یادگاریں ہیں۔ لے چلو زیرِ تعلیم نسلوں کو ہرے بھرے شاداب جنگلوں کی طرف کہ یہی فطری تمدن ہے۔ یہی درسگاہ فطرت ہے شاداب نیچر کے اندر سے سپر نیچر کو تلاش کرو۔ موسم بہار کے جنگل کی ایک ہی داخلی تحریک تمھیں زمانے بھر کے داناؤں سے بے نیاز کر دے گی۔''

پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم نے ۱۹۶۱ء میں کالج آف ایجوکیشن بہاول پور سے ایم اے اردو کیا اور وہیں بطور لیکچرار کام کرنے لگے۔ ۱۹۶۳ء میں اُن کا تبادلہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان میں ہوگیا۔ کالج کیریئر کے دوران ایم اے فارسی کیا اور اردو کے علاوہ فارسی شاعری بھی کی:

شعلۂ حرفم بہ بزمِ رنگ و بو تقسیم گشت — آتشِ جانم بہارِ وادیٔ تعلیم گشت
پائے راہرو سوئے شبہا، رخ بسوئے آفتاب — حیف آں موج کہ از ضدِ نہاں دو نیم گشت
شعلۂ طغیانی لا مُرد در قعرِ وجود — شیوۂ انکارِ نذرِ شیوۂ تسلیم گشت

پروفیسر تاثیر وجدان پلے بڑھے بہاول پور میں مگر پروان چڑھے ملتان میں۔ اُفقِ شعر و ادب پر آفتاب بن کر چمکے۔ فارسی اور اردو میں یکساں مہارت کے ساتھ غزل اور نظم لکھی۔ ”نامعلوم کی پیاس“ کے نام سے آپ کا دیوان بھی چھپ چکا ہے۔ ان کے اشعار کے مطالب، افکارِ غالب کی طرح کہیں کہیں پیچیدہ ہو جاتے ہیں:

کھدی ہوئی ہیں کف برگ پر وہ سطریں بھی
جو حرف و صوت کی انجیل میں کہیں بھی نہیں
سخنوری ہے اب غارِ کہنگی میں جہاں
برہنہ جسم پہ پتوں کی پوستیں بھی نہیں

ان کا تصورِ شاعر یہ ہے کہ اگر شاعری کا عمل محض دائرے کا عمل ہے تو حاصل تکرار کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ شاعر اگر یکتا اور منفرد نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ شاعری مطلق طور پر بے مثل نہیں ہوتی۔ اضافی طور پر ہوتی ہے، وہ خود کہتے ہیں:

اے شکم کے چارہ سازو، جسم کے دانشورو! — رزق کو تم دیوتا مانو، خدا رکھتے ہیں ہم
ہر قدم پر ہم مٹا دیتے ہیں راہِ بازگشت — پیش رو ہیں، پیش قدمی مدعا رکھتے ہیں ہم
غیر سے ہم رنگ ہونا تو ہے تکرارِ ہنر — طرز جیسا بھی ہے لوگوں سے جدا رکھتے ہیں ہم

پروفیسر مرحوم اردو کے استاد تھے۔ فلسفہ بھی پڑھاتے رہے۔ ایک جگہ وہ خود تحریر کرتے ہیں:

”فلسفہ تعلیم اور تعلیم کی زیریں تہہ میں کارفرما اصول ہمیں سمجھاتا ہے اور تشکیک سے تحقیق اور تحقیق سے تسلیم کی منزل سے ہم کنار کرتا ہے۔ اس کے مطالعہ کی آوارگی مجھے کئی راہوں میں بھٹکا گئی۔ سوشلسٹ تھیوری کو بھی گم ہو کر پڑھا۔ افلاطوں کی آئیڈیالزم (وجودیت) اور کارل مارکس کی ریئلزم (حقیقت پسندی) سے متاثر بھی ہوا۔ کچھ عرصے کے لیے فکر و نظر کی وادیوں میں بھٹکتا بھی رہا اور پھر جیسے عبدالماجد دریا آبادی کو تھانہ بھون کے ایک درویش مولانا اشرف علی تھانوی سے ملاقات کے بعد کنارا مل گیا تھا بالکل اُسی طرح سوشلزم کے اس ورطۂ طلسم سے مجھے مودودی صاحب نے نکالا جن سے ۱۹۷۱ء میں، اچھرہ لاہور میں پروفیسر نصر اللہ شعبہ تاریخ کی رفاقت میں میرا مکالمہ ہوا۔ مودودی صاحب نے تفہیم میں ”سواء السبیل“ کی وضاحت کے دوران، کارل مارکس کے نظریۂ مادی تاریخ کی دھجیاں بکھیر دیں۔“

پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم کے استاد پروفیسر عبدالغفور نے انھیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا:

”تاثیر وجدان، واقعی خلا کے اُن نایاب طائروں یعنی اونچے درجے کے نایاب انسانوں میں سے ہیں جو اپنی پرواز

کے دوران بھٹک کر محض اتفاق سے محکمۂ تعلیم کے میدان میں آنکلتے ہیں۔ وہ ایک وسیع المطالعہ انسان ہے۔ مسلم قوم کی تہذیبی پہچان پر ایمان رکھنے والا اور حب الوطنی کی آگ میں جلنے والا ادبی مقرر ہے اور جذباتی اظہار کے غیر معمولی لہجے کا شاعر ہے۔''

جنابِ احمد ندیم قاسمی کی رائے میں:

''جہاں پروفیسر تاثیر وجدان کی شاعری اور تنقید کے معیار نہایت اعلیٰ اور صاف ستھرے ہیں وہیں اُن کی علمی، ادبی اور تہذیبی سرگرمیاں نوجوانوں کے لیے منبعِ پیغام ہیں۔''

آخر میں مرحوم کی ایک نظم ''اب آواز نہ دے'' کی چند لائنیں جو شاید اُن کا اپنے ساتھیوں کے نام آخری پیام ہے:

مجھے ماضی کے دریچوں سے اب آواز نہ دے
تیری آواز سماعت پہ مری بار نہیں
جانے کیوں باعثِ تسکینِ دلِ زار نہیں
غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے انساں کی قسم
مرے ماحول کی آنکھوں سے لہو جاری ہے
ابھی آلام کی راتوں کا فسوں طاری ہے
مائلِ نغمہ نہ کر، پھر سے مجھے ساز نہ دے
مجھے ماضی کے دریچوں سے اب آواز نہ دے

O

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

7 ستمبر...... یومِ تحفظِ ختم نبوت ﷺ

محمد عابد مسعود ڈوگر

سات ستمبر کا دن پاکستان کے مسلمانوں کے لیے خصوصی طور پر اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے عمومی طور پر ایک یادگار اور تاریخی دن ہے۔ یہ دن جب ہر سال ستمبر کے مہینے میں لوٹ کر آتا ہے تو ہمیں اس تاریخ ساز فیصلے کی یاد دلاتا ہے جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے عقیدۂ ختم نبوت کی حقانیت کا برملا اور متفقہ اعلان کرتے ہوئے جاری کیا تھا۔ اسی عظیم اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے قادیانی نبوت اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی نے جمہوری طریقے کے مطابق متفقہ طور پر یہ بل پاس کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کے ایمان کی اصل اور اساس ہے۔ ختم نبوت کا منکر بالاتفاق دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ آپ ﷺ نبی آخر الزماں ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کا واضح اعلان موجود ہے۔ جھوٹے مدعیان نبوت کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کے آخری دور سے شروع ہوتا ہے۔

اسود عنسی حضور اکرم ﷺ کے آخری لمحات میں حضور اکرم ﷺ کے حکم سے جہنم رسید ہوا جبکہ مسیلمہ کذاب حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ایک بڑا لشکر بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے اپنے اس اعلان سے لوگوں کو گمراہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے اپنی نبوت میں شریک کرلیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد اور اپنی خلافت کے تمام تر نامساعد حالات کے باوجود مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کا اعلان کرکے لشکر کشی فرمائی، چونکہ دوسری بہت سی جگہوں پر اس وقت اسلامی فوج مصروف تھی اور تمام جوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان معرکوں میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ اس لیے اس لشکر میں اصحاب بدر مفسر، محدث، حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ مسیلمہ کذاب کا لشکر تیس ہزار سے کچھ زائد تھا۔ سخت قسم کا معرکہ ہوا۔ اس موقع پر بارہ سو سے زائد مذکورہ بالا صفات کے حامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قربان ہوگئے۔ مسیلمہ کذاب اپنے لشکر سمیت جہنم رسید ہوکر گزشتہ زمانے کی ایک کہانی بن گیا۔ اس دجال سے لے کر مرزا قادیان تک بہتر (۷۲) کے قریب سیاہ بختوں نے نبوت کی عظیم دیوار میں نقب لگانے کی کوشش کی۔ ان تمام کو امت مسلمہ نے بالاتفاق مسترد کردیا۔ بعض کے خلاف تو جہاد کیا، بعض کو دیس نکالا دے ڈالا اور بعض کے خلاف تردیدی مہم چلائی۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق نبوت کے ہر مدعی کو کذاب اور دجال قرار دے کر اسلام کی مہکتی ہوئی بستی سے کوسوں دور پھینک دیا۔ اسی تناظر میں ہم مرزا غلام قادیانی کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے بپا کردہ اس صدی کی

عظیم تحریک کا جائزہ لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کسی گمنام خاندان کے فرد نہیں؟ بلکہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہے۔ سرلیپل گریفن نے اپنی کتاب ''تاریخ رئیسانِ پنجاب'' میں مرزا قادیانی کے خاندان کا قصہ بیان کیا ہے؟ جس کا اردو ترجمہ سید نوازش علی شاہ مترجم دفتر گورنر پنجاب نے ۱۹۱۱ء میں سرکار کی اجازت سے کر دیا تھا۔ اس کتاب کی جلد دوئم کے صفحہ ۴۴ پر مرزا قادیانی کے خاندان کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان سکھوں کے دور اقتدار میں بھی سکھوں کے ساتھ مل کر پنجاب کے مختلف علاقوں میں مسلمان حریت پسندوں کے خلاف شمشیر بکف رہا۔ جب انگریز پنجاب میں آئے اور سکھ دور حکومت زوال پذیر ہوا تو مرزا قادیانی کے اسلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر ان حریت پسندوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہوگئے جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے مصروف جہاد تھے۔ مرزا قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم رہ کر مہاراجہ کی ہر فوجی مہم میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں سید احمد شہید کے حریت پسندوں کا جہاد دراصل اسی سکھ حکومت کے خلاف تھا، اس لیے کشمیر پشاور اور ہزارہ پر سکھوں نے جتنے بھی حملے کیے، وہ صرف مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ان حملوں میں مرزا قادیانی کے والد اور بھائی غلام مرتضیٰ اور مرزا غلام قادر سکھ فوج میں ملازم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مصروف پیکار رہے۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنی فوجی زندگی کا بیشتر حصہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ کی ملازمت میں بسر کیا اور یہ وہی شیر سنگھ ہے جس کی قیادت میں بالا کوٹ کے مقام پر سید احمد شہید کے مجاہدوں کی آخری جھڑپ ہوئی، جس میں جذبۂ جہاد سے سرشار اسلام کی عظیم تحریک اسلام کے نام پر قربان ہوگئی۔

مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔ خاندانی نمک خواری کے اثرات کا اظہار بعد میں اس طرح ہوا کہ مرزا قادیانی نے بدیسی انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا اور انگریز کی حکومت کو اللہ کا سایہ اور خود کو اس کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ ''بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے، کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین واجب ہے، اس سے جہاد کیسا؟ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔'' (شہادت القرآن، ص ۵۴)

۱۹۲۹ء تک علماء نے علمی مباحثوں اور مناظروں کے ذریعے قادیانیت کا مقابلہ کیا، جو علماء اس میدان میں مرزا قادیانی کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ ان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا لطیف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن دہلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبداللہ لدھیانوی محمد اسماعیل، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۱۹۲۹ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چودھری افضل حقؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ نے مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی۔ احرار کے قیام کے چند ہی دنوں بعد تحریک کشمیر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہاں قادیانیوں نے کشمیریوں سے ہمدردی کے نام پر اپنی کفریہ سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے کشمیر کمیٹی بنائی اور اس میں حضرت علامہ اقبالؒ کو بھی شامل کیا۔ پنڈت

نہرو کو بھی کے بارے میں ڈھول جھونکنے کے لیے اس کمیٹی میں شامل کیا گیا۔ احرار کی تحریک پر علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا بغور مطالعہ کیا اور پنڈت نہرو کو قادیانیت کے بارے میں کیے گئے سوال کے جواب میں اپنے ایک خط میں لکھا ''قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔'' مولانا ظفر علی خان نے صحافت کے ذریعے اس فتنے کا تعاقب کیا۔ روزنامہ ''زمیندار'' اس مقصد کے لیے وقف تھا۔

احرار کے قیام سے قبل جتنی بھی کوششیں ہوئیں، وہ ساری علمی اور انفرادی سطح کی تھیں۔ قادیانیوں کے خلاف منظم تحریک احرار ہی نے اپنے قیام کے بعد چلائی۔ ۱۹۳۰ء میں محدث اعظم حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسے کے موقع پر پانچ سو علماء کی موجودگی میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو ''امیر شریعت'' کا لقب عطا فرمایا اور قادیانیت کے خلاف جدوجہد کرنے کے لیے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کی اقتداء میں پانچ سو جید علماء نے اس عظیم الشان اجتماع میں شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی زندگی کو دو کاموں کے لیے وقف کر دیا ایک عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور دوسرا ہندوستان سے انگریزوں کا انخلاء۔ احرار نے قادیانیت کا باقاعدہ اور منظم انداز میں تعاقب کرنے کے لیے عوامی اجتماعات منعقد کرنے شروع کر دیے۔ قادیان میں جس کو قادیانی امت نے ایک علیحدہ ریاست بنا رکھا تھا، اپنا ایک دفتر قائم کیا، مستقل طور پر شعبۂ تبلیغ کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی مسجد و مدرسہ قائم کر دیا۔ ۲۱، ۲۲، ۲۳ / اکتوبر ۱۹۳۴ء کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صدارت میں قادیان میں عظیم الشان ''ختم نبوت کانفرنس'' منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ مرزا بشیر الدین کی درخواست پر انگریز حکومت نے قادیان کی میونسپل حدود میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ احرار نے شہر کی حدود کے باہر یہ کانفرنس منعقد کی۔ جس میں کراچی سے راس کماری تک کے دو لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے اپنی سیاسی حیثیت ختم کرنے کا اعلان کیا اور اپنی تمام تر طاقت تبلیغی و اصلاحی امور اور استحکام پاکستان کے لیے وقف کر دی۔ احرار نے قیام پاکستان تک کیا کیا قربانیاں دیں اور انگریز کو اپنے اقتدار کا ٹاٹ لپیٹنے پر کیسے مجبور کیا؟ پاکستان کے قیام کے بعد قادیانیوں نے ربوہ (حال چناب نگر) کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور نئے طریقوں سے اپنا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی کو بنایا گیا۔ اس نے اپنے سرکاری منصب کا اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے بے دریغ استعمال کیا۔

قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا سدباب کرنے کے لیے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ایماء پر مولانا لعل حسین اختر نے ۳ / جون ۱۹۵۲ء کو تمام مکاتب فکر کی مجلس مشاورت بلائی، تاکہ ایک مشترکہ پلیٹ فارم سے اس نئے فتنے کا سدباب کیا جاسکے۔ اس مشترکہ مجلس نے ذیل کے مطالبات مرتب کیے:

(۱)　قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(۲)　ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ کے عہدے سے علیحدہ کیا جائے۔

(۳)　تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

۱۹۵۲ء کو قادیانیوں نے اپنا سال قرار دیا۔ بلوچستان کو بالخصوص اور پنجاب کو بالعموم قادیانی سٹیٹ بنانے کے لیے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ ۱۹۵۲ء کی آخری رات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے چنیوٹ میں ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ۱۹۵۲ء گزر چکا ہے اور قادیانیوں کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی قرار پاتی ہیں۔ اب میں اعلان کرتا ہوں کہ ۱۹۵۳ء تحفظ ختم نبوت کا سال ہے۔ مجلس احرار اسلام کی تحریک پر کراچی میں قائم ہونے والی کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے تحت پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف بھرپور احتجاجی مہم شروع ہوگئی۔ یہ مہم دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم الشان تحریک میں بدل گئی۔ اس تحریک میں مجلس احرار اسلام، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، تنظیم اہل سنت، جمعیت اہل حدیث، جماعت اسلامی اور حزب اللہ شامل تھیں۔ خواجہ ناظم الدین نے اس تحریک کو اپنے اور دولتانہ کے خلاف سمجھا اور اس کو کچلنے کے لیے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا اور جنرل اعظم خان نے پاکستان میں پہلی مرتبہ لاہور میں جزوی مارشل لاء لگا دیا گیا۔ پورے ملک میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو جیلوں کی نذر کیا گیا۔ دس ہزار مسلمانوں کو گولیوں سے چھلنی کر کے شہید کیا گیا۔ شہداء کی لاشوں کو چھانگا مانگا کے جنگل میں لے جا کر جلایا گیا اور اُن کی راکھ دریائے راوی میں بہادی گئی۔ پاکستانی حکمرانوں اور جنرل اعظم خان نے ہلاکو، چنگیز اور جنرل ڈائر کے مظالم کی یاد تازہ کی۔ تحریک کو بے پناہ تشدد کے ذریعے کچل دیا گیا۔ قائدین جب جیلوں سے رہا ہو کر آئے تو فضا بہت تبدیل ہو چکی تھی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بڑھاپے نے آن لیا۔ عاشقانِ ختم نبوت نے ذرا آرام کے بعد تحریک کو نئے سرے سے منظم کرنا شروع کر دیا۔ دھیرے دھیرے پورے ملک میں تبلیغی طرز پر کام چلتا رہا۔ آخر کار ۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر بارش کے پہلے قطرے کا کام کیا۔ ملک بھر میں خوشی اور مسرت کے شادیانے بجائے گئے۔ قائدِ احرار، جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ نے آزاد کشمیر اسمبلی کو مبارک باد دی۔ سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر، ان کے رفقاء، اراکین اسمبلی اور کشمیری مسلمانوں کو قلب وجگر کی اتھاہ گہرائیوں سے ہدیۂ تحسین وتبریک پیش کیا۔

اس فیصلے نے مسلمانوں کو ایک ولولۂ تازہ دیا۔ دوسری طرف مئی ۱۹۷۴ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کا ایک گروپ سیر وتفریح کی غرض سے چناب ایکسپریس سے پشاور جا رہا تھا۔ جب ٹرین ربوہ پہنچی تو قادیانیوں نے اپنے معمول کے مطابق مرزا قادیانی کی خرافات پر مبنی لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ نوجوان طلباء اس سے مشتعل ہو گئے۔ طلباء اور قادیانیوں کے مابین تو تکار ہوگئی۔ طلباء نے ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگائے۔ قادیانیوں نے اس وقت تو اس گروپ کو جانے دیا اور اپنے خفیہ ذرائع سے اس کی واپسی کی تاریخ کا پتا لگوایا۔ واپسی پر ۲۹ مئی کو طلباء جب ربوہ پہنچے تو قادیانی دیسی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر طلباء پر ٹوٹ پڑے اور جس ڈبے میں یہ گروپ سوار تھا' اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ انہوں نے طلباء کو نہایت بے دردی سے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ طلباء لہولہان ہو گئے۔ ان کا سامان لوٹ لیا گیا۔ آناً فاناً یہ خبر فیصل آباد پہنچ گئی۔ تحفظ ختم نبوت کے مقامی رہنما مولانا تاج محمود ایک بہت بڑا جلوس لے کر فیصل آباد سٹیشن پر

پہنچ گئے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی' اس لیے ہزاروں شہری پہلے ہی سٹیشن پر موجود تھے۔ مسلمانوں نے اس کھلی غنڈہ گردی پر زبردست احتجاج کیا اور طلباء کی مرہم پٹی کرائی گئی۔ اگلے روز یہ خبر پورے ملک میں پھیل گئی اور ہر جگہ مظاہروں کا ایک طوفان اُمڈ پڑا۔ اس واقعہ پر اسلامیانِ پاکستان کے احتجاج نے تحریک ختم نبوت کو نئی جہت دی۔ عوام کے اس پرزور احتجاج پر حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ پنجاب اسمبلی میں قائدِ حزب اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد نے اس واقعے پر اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہوئے فرمایا: ''ختم نبوت کی دینی حیثیت کے متعلق تمام مسالک کے علماء متفق ہیں کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''

۹رجون۱۹۷۴ء کو لاہور میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں شرکت کرنے والے علماء میں قائد احرار سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور چودھری ثناء اللہ بھٹہؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جبکہ نوابزادہ نصر اللہ خانؒ اور آغا شورش کشمیریؒ بھی اس اجلاس میں شریک تھے۔ اس موقع پر باقاعدہ طور پر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی گئی۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو اس کا کنویز مقرر کیا گیا۔ مستقل انتخاب کے لیے ۱۷رجون کو فیصل آباد میں تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کا مشترکہ اجلاس بلایا گیا۔ یہ اجلاس بھی مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں شرکت کرنے والی جماعتوں میں مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، حزب الاحناف، جماعت اسلامی، جمعیت اہل حدیث، مسلم لیگ اور پاکستان جمہوری پارٹی شامل تھیں۔ اس موقع پر جو ایکشن کمیٹی تشکیل پائی' اس کے کنویز سید محمد یوسف بنوریؒ جبکہ سیکرٹری جنرل صاحبزادہ محمود احمد رضویؒ کو منتخب کیا گیا۔ اجلاس میں انتخاب کے حوالے سے کئی مشکل مرحلے آئے، مگر سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ اور آغا شورش کاشمیریؒ کی گہری بصیرت سے استفادہ کیا گیا اور تمام معاملات نہایت خوش اسلوبی سے طے پا گئے۔

اس کے بعد مجلس عمل کے قائد مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ، صاحبزادہ محمود احمد رضویؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور دیگر درجنوں علمائے نے مجلس عمل کے مطالبات کی راہ ہموار کرنے کے لیے پورے ملک کے دورے کیے۔ قادیانی اس تحریک سے بلبلا اٹھے اور مسلمانوں کو تشدد کے ذریعے ہراساں کرنے کے لیے کئی جگہ دستی بموں سے حملے کیے۔ حکومت نے ابتدائی طور پر تحریک کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مرکزی اور مقامی سطح پر قائدین کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔ جناب آغا شورش کاشمیریؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے ہفت روزہ ''چٹان'' کو بند اور پریس کو سیل کیا گیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے صاحبزادے سید عطاء المحسن بخاریؒ کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔ قائدین کی اکثریت تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے مطالبے کی پاداش میں جیل کی نذر ہوگئی مگر ان تمام معاملات نے تحریک کو ایک نئی جلا بخشی۔

طلباء تنظیمیں بھی میدان میں آ گئیں۔ جمعیت طلباء اسلام، تحریک طلباء اسلام، انجمن طلباء اسلام، اسلامی جمعیت طلباء نے اس تحریک میں زبردست کردار ادا کیا۔ تحریک طلباء اسلام کے مرکزی صدر ملک رب نواز چنیوٹی اپنی پرجوش

تقریروں کی وجہ سے حلقے میں بہت زیادہ مشہور تھے۔حکومت نے انہیں گرفتار کرلیا، مگر تحریک پھیلتی چلی گئی۔ بالآخر حکومت نے قوم کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور قومی اسمبلی میں قائدحزب اقتدار جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے سانحہ ربوہ اور قادیانی مسئلے پر سفارشات مرتب کرنے کے لیے پوری قومی اسمبلی کوخصوصی کمیٹی قرار دیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے قومی اسمبلی میں ایک پرائیویٹ بل پیش کیا‘ جس پر اٹھائیس معزز اراکین اسمبلی کے دستخط ثبت تھے اور یہ بل حزب اختلاف کی طرف سے تھا۔ان دنوں حزب اختلاف کے قائد مولانا مفتی محمودؒ تھے۔صاحبزادہ فاروق علی خان کی صدارت میں قادیانی مسئلے پر ایوان میں بحث شروع ہوگئی۔قادیانی اور لاہوری گروپ نے اپنے اپنے محضر نامے پیش کیے۔

قادیانی گروپ کے جواب میں ”ملت اسلامیہ کا مؤقف“ نامی محضر نامہ تیار کیا گیا۔حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں مولانا محمد شریف جالندھریؒ ،مولانا محمد حیاتؒ ،مولانا تاج محمودؒ ،مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے حوالہ جات کی تدوین کا کام کیا۔مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق نے ان حوالہ جات کو ترتیب دے کر ایک خوبصورت کتاب مرتب کرلی۔ چند دنوں میں یہ محضر نامہ تیار ہوگیا، جس کو مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔لاہوری گروپ کے جواب میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے مستقل طور پر محضر نامہ تیار کیا۔قادیانی گروپ کے سربراہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی کے سامنے اپنا مؤقف پیش کرنے یا سوالات اور جوابات پر جرح کے لیے بلایا گیا۔۵ سے ۱۱ اور ۲۰ سے ۲۱/اگست ۱۹۷۴ء تک کل گیارہ روز مرزا ناصر احمد قادیانی پر جرح ہوئی۔ ۲۷ اور ۲۸/اگست لاہوری گروپ کے صدر الدین، عبدالمنان عمر اور سعود بیگ پر ہر روز جرح ہوئی۔۵،۶/ستمبر کو اٹارنی جنرل آف پاکستان جناب یحییٰ خان بختیار نے بحث کو سمیٹا۔انہوں نے دو روز تک اراکین قومی اسمبلی کے سامنے اپنا مفصل بیان پیش کیا۔

۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کے دونوں گروپ مرزائی اور لاہوری گروپ کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ذوالفقار علی بھٹو نے قائد ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا اور عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا۔ یہ بل متفقہ رائے سے منظور کیا گیا تو حزبِ اختلاف اور حزب اقتدار کے ارکان فرطِ مسرت سے آپس میں بغل گیر ہوگئے۔ پورے ملک میں اسلامیان پاکستان نے گھی کے چراغ جلائے۔

یہ دن ہمیں اپنے اسلاف کی بے مثال قربانیوں کی یاد دلاتا ہے۔جن کی برکت سے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم اور ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس پر نیک نیتی کے ساتھ مؤثر طور پر عملدرآمد کرائے ،مرزائیوں کو اپنی متعینہ حیثیت کے اندر رہنے کا پابند بنائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کرے۔اس وقت برصغیر میں اس مسئلے کی داعی جماعت مجلس احرار اسلام اور اس کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ ......عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور مرزائیت کے استیصال کے لیے کام کر رہی ہے، جبکہ بعض شخصیات اور علاقائی ادارے بھی اس محاذ پر بڑی محنت کر رہے ہیں۔

ایک امت، ایک آسمان پھر چاند ایک کیوں نہیں

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

اختلاف اور تنوع ہر جگہ، ہر صورت موجود ہے۔ (افتراق کی بات نہیں ہو رہی کہ وہ ناپسندیدہ ہے) سورج کا طلوع دیکھیے۔ ہر روز ہر شمال یا جنوب کو سرکتا نظر آئے گا۔ اُس کی جائے غروب بھی بدلتی رہتی ہے۔ سورج کے اوقاتِ طلوع اور اوقاتِ غروب بھی سارا سال روزانہ بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی ایک نہیں ہوتے۔ اوقاتِ سحر و افطار بھی روزانہ بدلتے ہیں اور پورے کرۂ ارض پر ہر بستی اور ہر شہر میں مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی ایک نہیں ہوتے۔ اوقاتِ نماز تمام نمازوں کے اوقات ہر چند میلوں پر مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً اسلامی دن کے آغاز کا اعلان اذانِ مغرب سے ہوتا ہے۔ لاہور میں مغرب کی نماز ہو رہی ہے تو شیخوپورہ میں سورج کھڑا ہے۔ حتیٰ کہ کراچی میں نصف گھنٹہ بعد اذان مغرب ہوگی۔ یہ اختلاف کیوں ہے؟ کیا ایک ہی وقت طے نہیں ہوسکتا۔ تاکہ شوکتِ اسلام کا اظہار ہو؟ مکہ اور مدینہ حجاز مقدس ہمارا مرکزِ دل و نگاہ ہے۔ لیکن مغرب کی نماز کے لیے ہم اذانِ حرم کا انتظار نہیں کر سکتے۔ ورنہ دین کی تھوڑی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی ہماری نماز پر فوت ہونے کا حکم لگا دے گا۔ وہاں کی مغرب میں تو ہماری عشاء ہو چکی ہوگی اور ہماری مغرب کے وقت وہاں عصر ہی کا وقت ہوگا۔ پاکستان میں اذانِ فجر کے وقت حرمین شریفین کے اہلِ تقویٰ آہِ نیم شبی کی لذتیں اٹھا رہے ہوں گے۔ حرمِ مکہ کی اذانِ فجر پر جدہ میں اذان نہیں دے سکتے۔ چند منٹ کا انتظار فرض ہوگا۔ حرمِ کعبہ کی اذان مغرب کے وقت دیارِ مصر، سوڈان، الجزائر، لیبیا، مراکش میں عصر کا وقت ہوگا۔ امریکا میں شاید ظہر کا وقت بھی نہ ہوا ہوگا اور جاپان، آسٹریلیا میں شاید فجر ادا کی جا رہی ہوگی۔ یہ اختلاف اس لیے ہے کہ دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں کلمۃ اللہ کا بلند ہونا ضروری ہے کہ اللہ کا نام کائنات کی جان ہے۔ جب اللہ کا نام نہ رہے گا تو کائنات مر جائے گی۔ (مفہوم حدیث)

الحمد للہ پوری دنیا میں اللہ کے نام لیوا محمدی موجود ہیں۔ ہر جگہ اختلافِ وقت ہونے سے کسی دن کوئی گھڑی ''اللہ سب سے بڑا ہے'' اور ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں'' کے کلمات سے خالی نہ ہوگی۔ آخری دینِ حق کا مرکز حجازِ مقدس (مکہ اور مدینہ) ہے۔ گلوب کے ۳۶۰ درجوں میں ہر درجے پر موجود محمدی پروانے پانچوں فرض نمازوں میں حرمِ مکہ کو مرکزِ توجہ بنائیں گے۔ سمتیں بھی اللہ کی ہیں مگر عبادت کے لیے مشرق یا مغرب، شمال یا جنوب کا حکم نہیں دیا گیا۔ ۳۶۰ درجوں پر گھوم کر ۳۶۰ رخ سمتِ کعبہ کو قبلہ نماز بنائیں گے۔ اگر کوئی داعیٔ اتحاد، پوری دنیا میں اذانِ حرم بوقت مغرب پر نمازِ مغرب کی دعوت دے گا یا تمام اہلِ اسلام کو ایک ہی جہت مشرق یا مغرب (سمت کعبہ نہیں) کی دعوت دے گا تو اُسے چار نمبر بس میں بٹھا کر عقلمندوں کی مجلس میں پاگل خانے بھیج دیں گے۔ آواز دو۔ وحدتِ امت کہاں ہے؟

ہاں یہ سارا اختلاف، اختلاف مطلوب ہے۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ سورج، چانداور اوقات تو اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ (القرآن) کبھی رات بڑی کبھی دن بڑا اس اختلاف روز و شب میں اللہ کی نشانیاں ہیں۔ (القرآن)

چاند مغرب سے طلوع ہوکر مغرب ہی کو غروب ہوتا ہے۔ زمین کے گرد حرکت کناں رہتا ہے۔ ہر ماہ بلکہ ہر روز اپنا نیا رستہ بناتا ہے۔ آغاز ماہ میں جس لائن پر نظر آتا ہے اُسے عالمی قمری خط تاریخ (ILDL) کہتے ہیں۔ اپنے دور میں کبھی جنوب مغرب کے مختصر علاقے میں اہلِ زمین کو نظر آتا پھر غروب ہوجاتا ہے۔ جسے ۶ رنومبر ۲۰۱۰ء ہلال ذی الحجہ صرف سانتی آگو (جنوبی امریکا) امکان ہے۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر ۲۵ عرض بلد شمالی (مشرق) سے ۵۰ عرض بلد شمالی (مغرب) سے جنوبی ممالک آسٹریلیا، ملائیشیا، سعودیہ، افریقہ، وسطی وجنوبی امریکا میں نظر آتا اور شمالی نصف کرہ کے باقی ممالک میں عدم رؤیت کا اعلان کردیتا ہے جیسے ۷ رنومبر ۲۰۱۰ء ہلال ذی الحجہ۔ کبھی خطِ استوا کے قریبی ممالک ملائیشیا، جنوبی بھارت، سعودیہ، افریقہ، جنوبی امریکا بشمول آسٹریلیا میں بھرپور رؤیت لیکن نصف کرہ شمالی بشمول پاکستان نظر آنے سے انکار کردیتا ہے، جیسے ۹ رستمبر ۲۰۱۰ء ہلال عید الفطر جب خالق شمس وقمر نے خود ہی چاند کو متغیر الطریق بنایا ہے تو کسی عقلمند کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ ایک امت، ایک آسمان پھر چاند ایک کیوں نہیں؟ روزہ، عیدین، اعتکاف، قربانی اور حج کی تاریخیں ایک کیوں نہیں۔ صاف بات ہے کہ یہ Non Issue لایعنی بات ہے۔ سورج کے اوقاتِ طلوع وغروب میں اختلاف ہے۔ سورج کے اپنے مشارق اور مغارب میں روزانہ اختلاف ہے۔ چاند کے روٹ میں روزانہ کا اختلاف ہے۔ **وفی انفسکم** اپنی جانوں میں غور کرو۔ ملائیشیا، چین، جاپان کے لا الہ الا اللہ کہنے والے اپنے کلمہ گو بھائیوں، افغان، لبنان اور مصر کے محمدیوں کے سامنے بونے لگیں گے۔ نہ رنگ ایک، نہ نسل ایک، ہزاروں مختلف بولیاں بلکہ ایک ہی خطے میں بولی الگ۔ اربوں انسانوں کی شکل وصورت، لہجہ، چال ڈھال اختلاف کے رنگ میں رنگی۔ مگر جاپاں اور چین کے کلمہ گو اور لبنان، شام، برطانیہ اور امریکا کے کلمہ گو افریقہ کے کالے بلال کے ہم نسل سب ایک دوسرے سے ہر لحاظ سے اختلاف کا رنگ لیے ہوئے۔ کون کون سے اختلاف کی بات کریں۔ ایک ہی ماں کے دس بیٹے مختلف شکلیں، مختلف عقلیں اور ذہن و عمل مختلف۔ اربوں کھربوں انسانوں کے انگوٹھوں انگلیوں کی لکیریں مختلف۔ آواز دو، وحدت کہاں ہے:

ع اے ذوق اس چمن کو ہے زیب اختلاف سے

ہاں وحدتِ امت مطلوب ہے لیکن وہ وحدتِ ایمان ہے، وحدتِ عمل ہے، نبی کا فرمان اور علماء کی تشریح نشانِ راہ ہے۔ ہر جگہ ظاہراً اختلاف کے باوجود اصولی بات ہے اللہ ایک، اللہ کا آخری نبی ایک، قرآن ایک، آخری نبی کا دین ایک، نبی کا فرمان وحدت نشان ایک، ہزار تنوع اور اختلاف کے باوجود نبی کی دعوت اور نبی کی امت ایک۔ ہزار اختلاف ہوں مگر نبی کے حکم، علماء، فقہا کی نشاندہی کے تحت ہم اسے وحدتِ امت کہیں گے۔ ہمارا مقصود ایک ہوگا۔ اللہ کے حکموں کو نبی کے طریقے پر چل کر ماننا اور نبی علیہ السلام کے طریقے بتانے کے لیے علماء اسلام فقہائے شرع محمدی کے قدموں میں حاضری۔

زبان میری ہے بات اُن کی

ساغر اقبالی

- جھوٹ اور بات ہے۔ڈپلومیسی اور چیز ہے۔(ایک ٹی وی دانشور)
بدمعاشی اور چیز ہے، غنڈہ گردی اور چیز ہے۔
- گرفتاری، موت سے نہیں ڈرتا۔(سابق صدر پرویز مشرف)
قوم آپ کی جلد وطن واپسی کی منتظر ہے۔
- ستمبر میں فیس بک پر قرآن پاک (نعوذ باللہ) جلانے کا مقابلہ کرانے کا اعلان (Everybody burn Quran) (ایک خبر)
اور اس طرح کی باتیں پڑھنے کے بعد بھی ہم زندہ ہیں!
- ڈاکٹر بن کر عوام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔(میٹرک کے ایک پوزیشن ہولڈر کا بیان)
ڈاکٹر ہی بننا، قصائی نہ بننا
- دوست ممالک کو پاکستانی قیادت پر عدم اعتماد نہیں۔(قمر الزماں کائرہ)
اسی لیے غیر ممالک اور عالمی ادارے امداد متاثرین پر براہِ راست خرچ کر رہے ہیں۔
- جنوبی پنجاب کے مدرسے، دہشت گردی کے تربیتی مراکز نہیں مگر نرسری کا کام ضرور کر رہے ہیں۔(حامد سعید کاظمی)
اسی نرسری میں پل کر آپ بھی جوان ہوئے ہیں۔
- صدر ملک میں ہوتے تو کیا سیلاب رک جاتا یا وہ اپنی قمیض اتار کر مصیبت زدگان کو دے دیتے تو اُن کے تن ڈھک جاتے؟(فیصل رضا عابدی)
فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست!
- جوتا سیاست ختم ہونی چاہیے۔تختِ لاہور سیلاب پر سیاست کر رہا ہے۔(بابر اعوان)
دھوکے باز سیاستدانوں کو عوام جوتے، ٹماٹر مار کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔(جاوید ہاشمی)
- صدر زرداری کی سفارش اور زرداری ہاؤس دبئی کے حکم پر، ۱۵۰ بھارتیوں اور ۸۶، امریکیوں کو دستاویزات کی جانچ کیے بغیر ویزے جاری کیے گئے۔(ایک خبر)
بلاتبصرہ!

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: ڈاکٹر محمد عمر فاروق

● **برصغیر کیسے ٹوٹا؟** مرتب: عارف میاں

قیمت: ۳۸۰ روپے ناشر: براڈ لے انسٹی ٹیوٹ فار ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز، لاہور

اس کتاب میں برصغیر کی تقسیم کے نصابی عوامل ومحرکات سے کہیں زیادہ ان پس پردہ حقائق کو منظر عام پر لانے سعی کی گئی ہے، جنہیں چھپائے ہمارے خودساختہ معیار کے مطابق ہماری حب الوطنی کا شعار ہو چکا ہے اور جنہیں بیان کرنا غداری، بلکہ گردن زدنی کے مترادف ٹھہرتا ہے۔ کتاب کے یہ حقائق کسی ایک فرد کے تجزیے کا حاصل نہیں ہیں، بلکہ یہ مختلف الذہن دانشور، مؤرخ، صحافی، سیاستدان حضرات پر مشتمل دو درجن شخصیات کے انٹرویوز میں موجود فکر ونظر اور آراء وافکار کے مختلف رنگوں کا ایک ایسا امتزاج ہے کہ جسے اس سے پہلے یکجا صورت میں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ یہ کٹھن، تحقیقی اور تنقیدی کام نوجوان صحافی جناب عارف میاں نے تن تنہا انجام دیا ہے۔ جس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں، کیونکہ انہوں نے ایک ایسے کام کا بیڑا اٹھایا ہے جو حقائق تک پہنچنے میں پہلی سیڑھی کا کام دیتا ہے۔ عارف میاں کے تند وتیز سوالوں میں ایسے چبھتے ہوئے نشتر بھی ہیں، جنہیں وہ تاریخ کے وجود کذب وگمراہی کے پھلتے وپھیلتے ہوئے ناسوروں کو پھوڑنے کے لیے ہمہ وقت تیار رکھتے ہیں، مگر دوسری طرف عوام کے سیاسی شعور کی بیداری کے خوف سے قوم کو جھوٹی کہانیوں کی لوریاں سنا کر سچ سے دور رکھنے کے خوگر حضرات جناب مجید نظامی کی زبان میں کہہ اٹھتے ہیں کہ ’’مصنف یہ کتاب نہ لکھتے تو قوم پر احسان ہوتا‘‘

آیئے کتاب میں شامل مختلف نامور شخصیات کے چند متنوع نظریات پڑھیے:

☆ مجید نظامی نے بنگالیوں کے اس مطالبے کے اردو کے ساتھ بنگالی کو قومی زبان کا درجہ دیا جائے، مگر جناح کیوں نہیں ماننے کے جواب میں کہا کہ ’’اسے جناح کی تدبیری غلطی (Tactical Mistake) کہہ سکتے ہیں۔‘‘ (ص ۱۵)

☆ محمد علی جناح کے دور میں آئینی پیش رفت نہ ہو سکنے کے جواز میں مجید نظامی کا کہنا تھا کہ ’’وہ (جناح) اپنے عرصۂ حیات میں بیمار رہے۔‘‘ (ص ۲۶)

☆ ڈاکٹر مبارک علی نے سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد پر انگریز کی پشت پناہی کا الزام عائد کرنے کی کوشش کی (ص ۳۱) اور اس تحریک کو جذباتی فیصلہ، معروضی حالات سے ناواقفیت اور تحریک کے نتائج کو غیر مثبت قرار دیا۔ (ص ۳۲)

☆ ''جناح صاحب کو تاریخ سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔'' (ص ۴۱)

☆ ''پاکستان بننا غلطی تھی۔'' (ص ۴۸)

☆ ''سرسید اشرافیہ کے لیے انگریزی تعلیم چاہتے تھے۔'' (ص ۵۲)

☆ پروفیسر شریف المجاہد نے اس سوال سے اتفاق کیا کہ (بحیثیت گورنر جنرل) ''پاکستان میں غیر جمہوری رویے کے محمد علی جناح بھی ذمہ دار ہیں۔'' (ص ۷۱)

☆ ڈاکٹر صفدر محمود نے جناح سے منسوب اس بیان کو غیر مستند قرار دیا کہ ''مسلم لیگ کیا ہے؟ میں، میری بہن اور ٹائپ رائٹر۔'' (ص ۹۲)

☆ ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم) نے کہا کہ ''پاکستان اپنا جواز کھو چکا ہے۔'' (ص ۹۷)

☆ رضا کاظم: ''تقسیم برصغیر نہیں ہوا، بلکہ مسلمانوں کی تقسیم ہوئی۔'' (ص ۱۸۵)

☆ جاوید قاضی: ''مسلم لیگ کے پاس کوئی جمہوری کلچر نہیں تھا اور نہ ہی اس کے جمہوری مقاصد تھے۔'' (ص ۲۷۳)

☆ احمد سلیم: ''مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں تھی۔'' (ص ۲۴۳)

☆ ''خواجہ ناظم الدین کو غلام محمد نے برطرف کیا۔ اس نے ملکہ (برطانیہ) کو فریاد لکھی کہ ''آپ پورے برصغیر کی بادشاہ ہیں، ہم آپ کی ڈومینین ہیں، میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔'' (ص ۲۵۲)

''برصغیر کیسے ٹوٹا'' میں فکر و نظر کے گوناں گوں تضادات ملتے ہیں، جو کہ مرتب کا مقصد بھی ہے، کیونکہ مختلف آراء کی روشنی سے حقیقت تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ مسلم لیگ، عوامی نیشنل پارٹی، جمعیت علماء ہند جیسی سیاسی جماعتوں کے قیام پاکستان کے متعلق موقف کو کتاب میں شامل کیا گیا ہے، لیکن مجلس احرار اسلام اور جماعت اسلامی کے نقطۂ نظر سے یہ کتاب خالی ہے۔ کتاب میں ایک مقام پر پروفیسر امجد علی شاکر نے مجلس احرار اسلام کے ضمن میں کہا کہ ''احرار بعض معاملات میں واضح تھے (اور) بعض میں غیر واضح ...... میں نہیں سمجھتا کہ: ''متحدہ ہندوستان میں احرار کس طرح حکومتِ الٰہیّہ قائم کرتی؟'' (ص ۲۰۲، ۲۰۳)۔

عرض ہے کہ اگر مجلس احرار کی پیش کردہ ''قرار دادِ حکومت الٰہیہ، سہارن پور کے متن پر غور کر لیا جاتا تو یہ اعتراض اٹھانے کی زحمت نہ ہوتی، کیونکہ اس قرار داد میں اسلام کی علمداری کو کسی خاص خطۂ زمین کے ساتھ مخصوص کرنے کے نظریہ کی ہی نفی کی گئی تھی

مختصر یہ کہ ''برصغیر کیسے ٹوٹا'' ہماری نصابی و خود ساختہ قیام پاکستان کی تاریخ کی گرہیں کھولتی ہے اور قارئین کو ایک محدود اور مخصوص ذہن سے سوچنے کی بجائے ان کی فکر و نظر کو وسعت و کشادگی سے متصف ہونے میں مدد دیتی ہے۔ جس سے پڑھنے والا پہلی نظر میں چونکتا ہے، متذبذب ہوتا ہے اور آخر کار جھوٹ کی ملمع کاری کو سچائی کی روشنی سے مات دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ادارہ

اخبارُ الاحرار

سفر ناروے وسویڈن اور اوسلو ختمِ نبوت کانفرنس میں شرکت:

سید منیر احمد بخاری (امیر مجلس احرارِ اسلام جرمنی)

۱۰رجولائی ۲۰۱۰ء بروز ہفتہ دارالعلوم اوسلو ناروے میں دوسری سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس کے سلسلہ میں مولانا قاری بشیر احمد نے شرکت کی دعوت دے رکھی تھی۔ میں ۹رجولائی ۲۰۱۰ء کو جرمنی سے اوسلو پہنچا تو ائیر پورٹ پر عزیزم فیروز علی آئے ہوئے تھے میرا قیام انہیں کے ہاں تھا۔۱۰رجولائی ۲۰۱۰ء کو شام ۶ بجے کانفرنس کا پروگرام شروع ہوا۔ تلاوتِ کلامِ پاک قاری عبدالرحمٰن (پاکستان) اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم احسن شفیق نے پڑھی۔ جماعتِ اسلامی پاکستان کے مرکزی نائب امیر حافظ محمد ادریس نے بہت اچھے دلائل کے ساتھ قادیانی جماعت کو جھوٹا ثابت کیا اور خاص کر انہوں نے قادیانیوں کی لاہور میں دو عبادت گاہوں پر دہشت گردی کے حملوں کے حوالے سے کہا کہ قادیانی اِن حملوں کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر امریکہ کی طرح استعمال کریں گے۔ ہمارا کام ہے کہ ہم ان کی اس سازش کو ناکام بنائیں۔ اُن کے بعد مولانا محبوب الرحمٰن خطیب اسلامی کلچر سنٹر اوسلو نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمیں اپنی نوجوان نسل کو قادیانیت سے آگاہ کرنا چاہیے تاکہ ہماری نوجوان نسل اِن کی جھوٹی نبوت کے جال سے بچ سکے۔ مفتی محمد اقبال قادری (مانچسٹر) کا خطاب ہمیشہ انگریزی میں ہوتا ہے کیونکہ یورپ میں نوجوان نسل اُردو ذرہ کم جانتے ہیں۔ آپ نے نوجوان نسل کو بتایا کہ آپ کس طرح قادیانیت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

مفتی محمد اقبال کے بعد راقم الحروف نے اپنے خطاب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کہا کہ آپ اسلام کی تبلیغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ ہر ایک مسلمان کو ختمِ نبوت کا سپاہی بننا چاہیے، جس طرح ہمارے بزرگوں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ، آغا شورش کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ اور ہزاروں ختمِ نبوت کے محافظوں نے قربانیاں دیں۔ کئی کئی سال جیلیں کاٹیں اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قادیانیت کی حقیقت کو بے نقاب کرنا چاہیے اور قادیانیوں سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنے (نبی) مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں پڑھیں، دل صاف کر کے دل سے اسلام کی مخالفت اور منافقت نکال کر کتابیں پڑھیں تو وہ خود ایک نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔ میں نے اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ بھی درخواست کی کہ تحفظ ختمِ نبوت کی خاطر اپنے اختلافات بھلا کر ایک ہو جائیں۔ تحفظ ختمِ نبوت ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر سب مسلمان بھائی متفق ہیں۔ اِس لئے ہم سب مل کر اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا تحفظ کرنے والے بن جائیں۔ محترم قاری بشیر احمد نے جو کہ اس دوسری سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس اوسلو کے میزبان بھی تھے۔ بڑے پیارے اور پُر جوش انداز میں اپنے خطاب میں ختمِ نبوت کے کام کی اہمیت پر زور دیا۔ اِس نشست کا آخری

خطاب مفکرِاسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر یو کے کا تھا۔ آپ نے ساری عمر ختم نبوت کے کام میں گزار دی۔ آپ نے اپنے خطاب میں قادیانیوں سے دردمندانہ اپیل کی کہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں پڑھیں۔ انھوں نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ قادیانی دوزخ کی آگ سے بچ جائیں اور سچے مذہب اسلام کو قبول کر لیں۔

۱۱/ جولائی اتوار کو مسجد مسلم سنٹر اوسلو میں منہاج القرآن کے زیراہتمام جلسہ منعقد ہوا۔ یہ سنٹر اوسلو موٹر وے پر واقع قادیانی عبادت گاہ کے قریب ہونے کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعت کے بعد علامہ اسرار احمد نے مجھے دعوت دی تو میں نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی اور فضا ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ بعدازاں پروفیسر اعظم اقبال ڈائریکٹر منہاج القرآن پیرس (فرانس) اور پروفیسر ظفر نواز سیال نے خطاب کیا۔ ۱۳/ جولائی کو نماز مغرب جامع مسجد عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں قاری محمد داؤد کی امامت میں ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ ۱۴/ جولائی کو مسجد منہاج القرآن اوسلو میں قاری بشیر احمد کے ہمراہ جانے کا موقع ملا جہاں علامہ صداقت علی نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ ۱۵/ جولائی کو میں اوسلو (ناروے) سے سویڈن پہنچا۔ شام کو جامع مسجد عائشہ (رضی اللہ عنہا) سٹاک ہالم میں میرا بیان تھا۔ پاکستان سے تبلیغی جماعت بھی وہاں آئی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے بیان میں لوگوں کو فتنۂ قادیانیت کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا۔ ۱۶/ جولائی کو بھی جامع مسجد عائشہ (رضی اللہ عنہا) سٹاک ہالم میں نماز جمعۃ المبارک کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ امام مسجد محمد مسلم نے بھرپور تعاون کیا قادیانیوں نے سوالات کئے اور الحمدللہ میں نے ایسے جوابات دیئے کہ وہ ناکام ونامراد ہوئے۔ ۱۹/ جولائی کو میں سویڈن سے واپس جرمنی پہنچ گیا۔

ختم نبوت کورس چناب نگر میں شرکت: ایک تاثر:

محمد جنید (چیچہ وطنی)

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مختلف دینی جماعتیں اپنا اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے اس کام کو مجلس احرارِ اسلام نے شروع کیا۔ اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرارِ اسلام، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ اور کئی دیگر ملکی وبین الاقوامی اداروں کا منظّم ہوتا ہوا کام دراصل اکابر احرار کا ہی صدقہ جاریہ ہے۔ امسال میرا بھی ارادہ تھا کہ مسلم کالونی چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس کورس میں شرکت کروں۔ چنانچہ معلومات اور رہنمائی کے لئے چیچہ وطنی میں مجلس احرارِ اسلام کے دفتر پہنچا جہاں احرار کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے میری رہنمائی فرمائی اور میں جناب محمد طیب چنیوٹی کے ذریعے ۱۶/ جولائی ۲۰۱۰ء کو مسلم کالونی چناب نگر پہنچ گیا۔ وہاں پر مجھے ایسے دوست بھی مل گئے جن سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اس بات کی تسلی ہوگئی کہ ''بہتر ہے ملاقات مسیحا وخضر سے''

اب کورس اچھے طریقے سے گزرے گا اور کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ مجموعی طور پر کورس میں ۱۰۴ طلباء نے شرکت کی اور یہ کورس ۱۷/ جولائی سے ۷/ اگست تک جاری رہا۔ طلباء کے قیام وطعام کا انتظام مجلس نے کیا تھا۔ مولانا اللہ وسایا، مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا راشد مدنی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا غلام مرتضیٰ، مولانا محمد انور

اوکاڑوی، مولانا عبدالمجید لدھیانوی، جناب محمد متین خالد، جناب خالد عمران اوران کے علاوہ ملک کے نامور علماء کرام نے لیکچرز دیئے۔ کورس اس لحاظ سے بھی بہتر تھا کہ اس کورس کو اس جگہ منعقد کیا گیا جس کو قادیانی اپنی نام نہاد سلطنت کا دارالحکومت بنانا چاہتے تھے۔ دورانِ کورس مولانا محمد طیب چنیوٹی کے ذریعہ سے چناب نگر میں موجود مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد ''مسجد احرار'' میں بھی آنا جانا رہا۔ جہاں ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور خطیب مسجد احرار مولانا محمد مغیرہ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ مختلف جماعتیں اپنے اپنے انداز میں ختم نبوت کے مشن کی آبیاری کے لئے لگی ہوئی ہیں۔ قادیانیوں کی سرگرمیوں کا جائزہ بھی لیا کہ وہ کس طرح علاقہ کے مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں اور علاقہ کے ایک مسلمان سے بھی بات چیت ہوئی جو کہ گزشتہ ۲۳ سال سے قادیانیوں کے زیرِ تبلیغ ہے۔ اس سے اپنے موضوع کے بارے میں بہت ہی مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ الغرض پورے کورس کا خلاصہ اس بندے سے بھی حاصل ہوا۔ اس سے قادیانیت کے موضوع پر لٹریچر بھی حاصل کیا جس کے مطالعہ سے قادیانیت کی ذہنی حالت کا پتا چلا۔
الغرض یہ سفر ہر لحاظ سے بہت مفید اور دلچسپ رہا اور بہت معلومات افزا بھی۔ کورس کے دوران لیکچرز نے ہمیں قادیانی گروہ کو پہچاننے اور لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچانے کے لئے مفید مشورے دیئے اور نصیحتیں کیں۔ ہماری نوجوان نسل میں دین کا شعور پیدا کرنے کے لئے اور لادینیت کو ختم کرنے کے لئے اس قسم کے کورسز کا منعقد کیا جانا بہت مفید عمل ہے۔ تاکہ نوجوانوں میں فتنوں کو پہچاننے اور ان سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت پیدا ہو سکے اور وہ صحیح طریقہ سے دین کی خدمت کر سکیں۔ تعلیم و تربیت میڈیا اور لابنگ کے اس دور میں اس قسم کے تربیتی کورسز کے علاوہ علاقائی سطح پر ریفریشر کورسز کی اشد ضرورت ہے اور یہ ضرورت پہلے سے بڑھتی جارہی ہے۔ میڈیا تک رسائی کے لئے روایتی طریقوں سے ہٹ کر ہمیں پیش آئندہ صورتحال کا حقیقی ادراک کرتے ہوئے دشمن کے اسلوب اور مورچوں کو سمجھ کر اپنی صف بندی کرنے کی ضرورت ہے۔
میرے لیے بہت خوشی کا باعث ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اسلام آباد سے ختم نبوت خط کتابت کورس بھی جاری ہے اور مجلس احرارِ اسلام کی طرف سے تلہ گنگ سے فہم ختم نبوت کورس کا بھی ان شاءاللہ تعالیٰ جلد اجراء ہونے والا ہے۔ آخر میں دعا گو ہوں ان تمام اساتذہ کرام کے لئے جنہوں نے ہمیں لیکچرز دیئے اور ان تمام علماء کرام کے لئے جنہوں نے اس کورس کو آگے بڑھانے میں اپنا اہم کردار ادا کیا اور ان طلباء کے لئے جنہوں نے کورس میں شرکت کی اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

☆☆☆

تلہ گنگ (۳۰ ر جولائی) مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ فہمِ دین مسلمانوں کی بنیادی ضرورت ہے اور یہ ضرورت فہم قرآن اور تعلیم قرآن کے بغیر ممکن نہیں۔ دینی احکام و مسائل کو سمجھنا اور اُن پر آپس میں مکالمہ و نصیحت ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ یہ قرآن کریم کا حکم بھی ہے اور اسی پر عمل پیرا ہو کر ایک صحیح مسلم معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار سید محمد کفیل بخاری نے مجلس احرارِ اسلام تلہ گنگ کے زیر اہتمام سالانہ دوسرے سہ ماہی فہم دین کورس اور چالیس روزہ فہم قرآن کورس کے اختتام پر مسجد سیدنا ابوبکر صدیق میں منعقدہ تقریب اور اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

انھوں نے کہا کہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر قرآنی حکم ہے۔ جب تک مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل پیرا رہے۔ وہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہے۔ اس کی سب سے پہلی مثال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کا ایمان ویقین اور عمل صالح ہے۔ صحابہ کا عمل سنت کا نمونہ کامل ہے اور پوری امت کے لیے واجب الاتباع ہے۔ امیر المومنین، خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر خلیفہ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت تک تمام خلفاء راشدین کا طرزِ حکومت ہی اسلام کا مطلوبہ نظامِ ریاست وسیاست ہے۔ تمام صحابہ تنقید سے بالاتر اور اسلام کی آئیڈیل سوسائٹی کے قدسی صفت انسان ہیں۔ صحابہ قرآنی شخصیات ہیں، تاریخی نہیں۔ قرآن حکمِ الٰہی ہے اور تاریخ انسانوں کے ظن وتخمین اور ذاتی خیالات کا مجموعہ ہے جس کی دین میں کوئی اہمیت نہیں۔ سید محمد کفیل بخاری نے ان کورسز کے انعقاد پر مولانا تنویر الحسن اور مولانا فاروق شاہ صاحب کو مبارک باد دی اور شرکاء کورس میں انعامی کتب تقسیم کیں۔ اس تقریب میں مولانا عبیدالرحمٰن انور (امیر مجلس تحفظ ختم نبوت تلہ گنگ) مفتی زاہد کلیم صاحب اور دیگر علماء نے خصوصی شرکت کر کے منتظمین کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے صدر جناب ملک محمد صدیق، جناب ماسٹر غلام یٰسین، جناب ڈاکٹر محمد عمر فاروق اور دیگر احرار کارکنوں نے ان کورسز کو کامیاب بنانے میں بڑے اخلاص سے کام کیا۔

☆☆☆

گجرات (۲ رمضان، ۱۳ اگست) مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ اسلام امت مسلمہ میں اجتماعیت اور اتحاد و یک جہتی کا علم بردار ہے۔ مسلمانوں کی نمازیں، حج، عیدیں حتیٰ کہ نمازِ جنازہ سب اجتماعیت ہی کے خوبصورت نمونے ہیں۔ سید محمد کفیل بخاری مجلس احرار اسلام گجرات کے مراکز مسجد ختم نبوت ماڈل ٹاؤن میں نمازِ جمعہ کے آغاز وافتتاح کے موقع پر اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ مسلمان متحد ہو کر ہی عالمِ کفر کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں کفرانہ تہذیب سے مرعوب ہونے کی بجائے اپنے دین اور اپنی تہذیب پر فخر کرنا چاہیے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہی دین ہیں۔ اپنی خواہشات کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ سید محمد کفیل بخاری نے نمازِ عصر مسجد المعمور ناگڑیاں میں اداء کی اور احباب سے ملاقات کے بعد واپس گجرات پہنچے۔ افطار اور نمازِ مغرب مسجد ختم نبوت میں ادا کر کے لاہور روانہ ہو گئے۔ مدرسہ محمودیہ معمورہ ناگڑیاں اور مسجد ختم نبوت گجرات کے منتظم حافظ محمد ضیاء اللہ آپ کے ہمراہ رہے۔ مولانا محمد عابد، حافظ محمد کاظم اور دیگر حضرات خصوصاً چودھری محمد ارشد صاحب اور صوبیدار اللہ راکھا صاحب نے اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لیے کلیدی کردار ادا کیا۔

☆☆☆

لاہور (۲۶ اگست) ۳۶ برس قبل مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ اقتدار میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ میں متفقہ طور پر لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے تاریخی فیصلے کے حوالے سے مجلس احرارِ اسلام، انٹرنیشنل ختمِ نبوت مومنٹ، متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی سمیت دیگر جماعتوں کے زیر اہتمام ۷ ستمبر منگل کو

ملک بھر میں یومِ تحفظِ ختمِ نبوت (یومِ قرار دادِ اقلیت) منایا جائے گا۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ اس سلسلہ میں یکم ستمبر تا ۷/ستمبر ''ہفتۂ ختمِ نبوت'' منایا جائے گا اور سیلاب کی تباہ کاریوں کے پیشِ نظر تمام اجتماعات اور تقریبات انتہائی سادگی سے منعقد ہوں گی۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے احرار کی جملہ ماتحت شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد پارلیمنٹ کے فلور پر لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے اس تاریخی فیصلے کے حوالے سے قانون سازی کی تفصیلات سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے ''ہفتۂ ختمِ نبوت'' کے موقع پر اپنا کردار ادا کریں اور قادیانی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کریں۔ ادھر متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے بانی رہنما مولانا زاہدالراشدی، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مولانا عبدالروف فاروقی، سید محمد کفیل بخاری، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، مرزا محمد ایوب بیگ اور متعدد دیگر رہنماؤں نے ۷/ستمبر کے انتہائی اہمیت کے حامل دن کے حوالے سے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ بھی اپنا کردار ادا کرے اور قوم کو تحفظِ ختمِ نبوت کی تاریخ سے آگاہ کرے۔ دریں اثناء مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات قاری محمد یوسف احرار نے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام اور خطباء عظام سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ ۳/ستمبر کے خطباتِ جمعۃ المبارک میں عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت وضرورت اور تحریکِ ختمِ نبوت کی تاریخ پر روشنی ڈالیں۔

علاوہ ازیں بتایا گیا ہے کہ ۷/ستمبر کو مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ اہتمام نیو مسلم ٹاؤن لاہور اور انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ کے زیرِ اہتمام چناب نگر میں مرکزی اجتماعاتِ ختمِ نبوت منعقد ہوں گے۔

تحفظِ ختمِ نبوت کا محاذ اور میرے تھنک ٹینکس:

راولپنڈی (رپورٹ، محمد عمیر چیمہ، یکم ستمبر) مولانا زاہدالراشدی کے تنوع کے تو ہم بہت معترف ہیں، لیکن ان کے فرزند اور ماہنامہ ''الشریعۃ'' گوجرانوالہ کے مدیر جناب محمد عمار خان ناصر سے ہماری پہلی ملاقات ۳۱/اگست کو چیچہ وطنی میں ہوئی؛ جب وہ جناب ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ کی خصوصی دعوت پر تشریف لائے۔ محترم سید محمد کفیل بخاری اور جناب سید صبیح الحسن ہمدانی بھی اِس موقع پر تشریف لائے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں گاؤں کے ماحول میں رات ''بزرگوں اور خوردوں'' کی دلچسپ نشست میں ہم نے جناب محمد عمار خان ناصر سے کئی سوالات کر ڈالے۔ ذہنی وفکری طور پر ماشاءاللہ بہت وسعت ہے۔ پر ہم بھی جلد مطمئن ہونے والوں میں نہیں۔ اگلے روز یکم اگست کو ان کی روانگی تک جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم الحروف نے اپنا راولپنڈی کا سفر مؤخر کیے رکھا۔ ان کو رخصت کرنے کے بعد جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم الحروف راولپنڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ روایتی اور رسمی میٹنگز میں تو شرکت ہوتی ہی رہتی ہے لیکن غیر رسمی اور غیر روایتی میٹنگ میں میری یہ دوسری شرکت تھی۔

اِس اہم میٹنگ کا عنوان تو پہلی تاسیسی میٹنگ ۱۰/اپریل ۲۰۱۰ء میں ہی طے ہو گیا تھا لیکن نام اور خبر اخبار نہیں۔ شائد اِسی لیے میں نے اِس کو مقصد کے لیے مل بیٹھنا سمجھ لیا۔ پہلی میٹنگ ہوئی تو میں شرکت کے لیے ٹیکسلا اپنی یونیورسٹی سے راولپنڈی جناب سیف اللہ خالد کی رہائش گاہ پر پہنچا لیکن اِس دفعہ چھٹیاں ہونے کی وجہ سے میں چیچہ وطنی سے جناب

عبداللطیف خالد چیمہ کی معیت میں راولپنڈی آیا۔ دیکھا تو جناب سیف اللہ خالد کی تبدیل شدہ رہائش گاہ پر جناب رعایت اللہ فاروقی، جناب عبدالقدوس محمدی، جناب عمر فاروق کاشمیری، جناب فیصل جاوید سمیت سب احباب فکرونظر سراپا انتظار تھے۔ ۱۰/اپریل کی پہلی میٹنگ میں گو کہ آج کی میٹنگ طے ہوگئی تھی لیکن یقینی انعقاد کے لیے جناب رعایت اللہ فاروقی جیسی دلچسپ شخصیت نے کوئی ''رعایت'' نہ دینے کا نہ صرف برملا اظہار کیا بلکہ ''اعلان'' کر دیا کہ جناب چیمہ صاحب کو کسی اجتماعی مصروفیت کا بہانہ ہرگز نہیں بنانے دیا جائے گا۔ (ان کا الٹی میٹم تو اس سے سخت تھا میں نے الفاظ کو گرم سے نرم کر دیا ہے) آج کی میٹنگ میں فاروقی صاحب اپنے قریبی عزیز کی کراچی میں شادی کی شرکت کو ترک کر کے اِس میٹنگ میں شریک ہوئے۔ ملک کے نظریاتی و اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے لیے قادیانیوں سمیت دیگر فتنے کس طرح لابنگ کرتے ہیں۔ ۲۹۵سی اور امتناع قادیانیت ایکٹ اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کو ختم کرانے کے لیے کون؟ کہاں؟ کیا کر رہا ہے؟ احرار سمیت دینی جماعتیں جو کچھ کر رہی ہیں وہ کرتی رہیں، لیکن اہلِ صحافت و اہلِ دانش کو کیا کرنا چاہیے؟ اور میڈیا پر چیک کیسے رکھنا چاہیے۔ دوستی کے روپ میں کون کون سے دانشور اور صحافی حلقے غیروں کا حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ اس قسم کے بہت سے سوالات ابھرے اور اپنی بساط کے مطابق خوب غور وخوض ہوا۔ سابقہ کارکردگی پر ایک حد تک اطمینان کا اظہار کیا گیا اور حکمتِ عملی کو آگے بڑھانے کے لیے بہت کام کی باتیں سن کر ایک گونہ اطمینان بھی ہوا کہ چلیں کچھ لوگ سوچنے تو لگے ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہمارے سفر کی ترتیب کیا ہوگی؟ تھوڑے وقت اور تھوڑے افراد کی اِس میٹنگ میں میرے جیسے طالب علم کے لیے سیکھنے کو بہت کچھ تھا۔

اگلے روز ۲/اگست کو ہم ظہر سے قبل جامع مسجد محمدی شہزاد ٹاؤن (چک شہزاد) اسلام آباد پہنچے جہاں مولانا عبدالقدوس محمدی کی میزبانی میں صحافت کے حوالے سے طلباء کے لیے تربیتی و عملی ورکشاپ جاری تھی۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور جناب سیف اللہ خالد نے اِس ورکشاپ کے شرکاء سے مفید گفتگو کی اور مجھے تھوڑی دیر شرکاء ورکشاپ سے بات چیت کا موقع مل گیا۔ یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ کراچی سے پشاور تک کے منتخب طلبا خصوصاً دینی مدارس کے طلباء اس ورکشاپ میں شریک ہیں۔ اِک امید سی بندھ گئی کہ آج نہ سہی تو کل۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ شعور بیدار ہوگا اور تبدیلی آئے گی۔ مولانا عبدالقدوس محمدی کے ترتیب دیئے ہوئے ماحول نے بہت متاثر کیا۔ وقت تھوڑا ہونے کے باعث میزبانوں، مہمانوں اور شرکاء کی تشنگی باقی تھی۔ لہٰذا چیمہ صاحب نے از خود مولانا عبدالقدوس محمدی سے کہا کہ اِن شاءاللہ تعالیٰ آئندہ سال آپ کی اس تربیتی ورکشاپ کے لیے پورا ایک دن یہاں رہوں گا۔ واپسی پر ہم نے جناب رعایت اللہ فاروقی کے ہاں چائے پی لیکن میں ان سے سوالات ''حسبِ عادت'' کرتا رہا۔ وہ تحمل سے سمجھاتے رہے۔ عقلی اور علمی دونوں دلائل سے ہر وقت ہر دم مسلح جناب فاروقی سے ملنے کو جی چاہتا ہے اکتاتا نہیں۔ ۳/اگست کو ہم لاہور مرکزی دفتر آگئے، جہاں جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی جماعتی اور دیگر مصروفیات کے بعد پھر چیچہ وطنی روانہ ہوگئے۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

شیخ الحدیث ابوریحان مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ:

ممتاز عالمِ دین، معروف محقق و مصنف، شیخ الحدیث ابوریحان مولانا عبدالغفور سیالکوٹی ۲۱؍شعبان ۱۴۳۱ھ مطابق ۳؍اگست ۲۰۱۰ء بروز منگل انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم، یکم جون ۱۹۴۶ء کو سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے ان کی دینی تعلیم کا اہتمام کیا۔ حفظ قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم کے بعد میرے شاہ تحصیل صادق آباد کے معروف مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۶۶ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے دورۂ حدیث کیا۔ آپ کے اساتذہ میں محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اور مفکرِ اسلام مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلویؒ سرِفہرست ہیں۔ آپ اپنے آبائی شہر سیالکوٹ کے معروف مدرسہ دارالعلوم شہابیہ میں پڑھاتے رہے۔ مولانا محمد عبداللہ شہید کے جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں طویل عرصہ حدیث کے اسباق پڑھائے۔ نیول کالونی اسلام آباد کی مسجد امیر حمزہ میں برس ہابرس امامت اور خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ آج کل مولانا قاضی عبدالرشید کے جامعہ فاروقیہ اسلام آباد میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسِ حدیث کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ وفاق المدارس العربیہ کی نصاب کمیٹی کے رکن تھے۔ انھوں نے متعدد تحقیقی کتابیں تصنیف کیں۔ ''سبائی فتنہ''، ''عقیدۂ ختم نبوت۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں'' اور ''مرد و عورت کی نماز میں فرق'' اُن کی معروف تصانیف ہیں۔

۱۹۹۱ء میں حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ کیا اور ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' کے لیے مستقل مضامین لکھنے شروع کیے اور یہ کرم فرمائی زندگی کے آخری سانس تک فرماتے رہے۔ وہ کئی مرتبہ دارِ بنی ہاشم ملتان تشریف لائے اور تین چار روز قیام فرماتے۔ امسال بھی شعبان میں منعقدہ ختم نبوت کورس میں اُن کی تشریف آوری متوقع تھی۔ ایک روز راقم کو فون کر کے اطلاع دی کہ اس مرتبہ وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات کے پرچوں کی پڑتال اور نمبر لگانے کے لیے کراچی میں ڈیوٹی لگ گئی ہے اور نصاب کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے ایک اجلاس میں بھی شرکت کی ہے۔ اس لیے کورس میں پڑھانے کے لیے نہ آسکیں گے۔

۳؍اگست کو اپنی جملہ مصروفیات سے فارغ ہو کر کراچی سے اسلام آباد کے لیے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے۔ موسم کی خرابی کے باعث جہاز لاہور اتر گیا۔ اچانک طبیعت خراب ہوئی اور فشارِ خون بہت زیادہ بڑھ گیا۔ فوری طور پر فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال لاہور میں داخل کرایا گیا۔ ذرا طبیعت سنبھلی ہی تھی کہ اچانک انتقال فرما گئے۔ ۴؍اگست کو جامعہ فاروقیہ اسلام آباد میں اُن کی نمازِ جنازہ ہوئی۔ سینکڑوں علماء اور اُن کے شاگردوں نے شرکت کی۔ جامعہ کے قریب ہی

قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مولانا ایک متبحر عالم دین تھے۔علم انھیں متحضر تھا۔انتہائی سادہ، شگفتہ، ہنس مکھ اور بے تکلف طبیعت کے مالک تھے۔تقویٰ اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔وسیع المطالعہ تھے لیکن علم نے اُن میں عجز وانکسار اور حلم ووقار پیدا کر دیا تھا۔اُن کے انتقال سے قحط الرجال میں اضافہ ہوا ہے۔پسماندگان میں پانچ بیٹے، چار بیٹیاں اور ایک بیوہ ہے۔حق تعالیٰ اُن کی مغفرت اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔(آمین)

مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری نے پسماندگان سے اظہارِ تعزیت اور دعاءِ مغفرت کی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا شریف اللہ رحمتہ اللہ علیہ:

جید عالمِ دین، مفسر و محدث اور علمِ میراث کے ماہر تھے۔رحیم یار خان کی نواحی بستی مولویان میں پیدا ہوئے اور اسی بستی میں اپنے والد مولانا عبدالرحیم فاضل دارالعلوم دیوبند کے قائم کردہ مدرسہ شمس العلوم میں تعلیم حاصل کی۔ بعد میں رحیم یارخان میں مدرسہ قائم کیا۔حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ، جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ، ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، اکابرِ احرار اور اکابر علماء دیوبند سے گہری عقیدت و محبت تھی۔ابناءِ امیر شریعت مجلس احرار اسلام کے سالانہ تبلیغی جلسوں میں خطاب کے لیے رحیم یارخان تشریف لاتے تو بستی مولویان میں ہی قیام ہوتا۔مولانا شریف اللہ اُن سے ملنے ضرور تشریف لاتے۔سرپرستی اور دعاؤں سے نوازتے۔ ۲۷ر رجب ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۰ر جولائی ۲۰۱۰ء کو انتقال فرما گئے۔حق تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، دینی خدمات وحسنات قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔(آمین) ابن امیر شریعت، قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور دیگر احرار رہنماؤں نے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے مولانا کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا کی ہے۔

مولانا قاضی عبدالحلیم رحمتہ اللہ علیہ:

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم (کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان) کے فرزند ارجمند اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فاضل تھے۔مئی ۲۰۱۰ء میں انتقال فرما گئے۔مرحوم ایک علمی دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔علم دین وراثت میں ملا۔تمام عمر تدریس و تعلیم دین میں صرف کی۔اُن کے اچانک انتقال سے جہاں اُن کے خاندان کو شدید صدمہ پہنچا وہاں حلقۂ علماء میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا۔اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت اور دینی خدمات قبول فرما کر حسنِ آخرت کا معاملہ فرمائے۔(آمین)

مولانا قاضی عبداللطیف رحمتہ اللہ علیہ:

جیّد عالمِ دین، مدرس، خطیب اور سیاسی رہنما مولانا سمیع الحق مدظلہ کی جمعیت علماء اسلام کے سرگرم قائد و رہنما تھے۔متعدد بار پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے۔اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے۔سینٹ میں معروف شریعت بل پیش کیا۔کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان سے پرچمِ اسلام لے کر اٹھے اور ایوانِ اقتدار میں پہنچے۔ پاکستان میں نفاذِ اسلام کی

جدوجہد میں اُن کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ ۱۴؍ جولائی ۲۰۱۰ء کو کلاچی میں انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے حسنات قبول فرما کر درجات بلند اور مغفرت فرمائے۔ (آمین)

اہلیہ مرحومہ، سالار عبدالعزیز رحمہ اللہ:

مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے قدیم احرار کارکن سالار عبدالعزیز مرحوم کی اہلیہ مرحومہ ۷؍ رمضان ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۸؍ اگست ۲۰۱۰ء کو سیالکوٹ میں انتقال کر گئیں۔ اُن کی تدفین فیصل آباد میں اُن کے آبائی گاؤں میں ہوئی۔ سالار عبدالعزیز مرحوم اور اُن کی اہلیہ مرحومہ نے مجلس احرار اسلام کے لیے بڑی خدمت انجام دیں۔ احرار کارکن انھیں خالہ جی کہتے۔ اُن کے ایک ہی بیٹے تھے محمد خالد۔ وہ بھی جواں مرگ ہو گئے۔ ایک پوتا محمد معاویہ ہے جو اپنی دادی اماں مرحومہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔ دادی مرحومہ نے اپنے پوتے میں بھی احرار کا فکر و جذبہ منتقل کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت، حسنات قبول اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

- ملتان میں ہمارے جواں فکر رفیق بھائی عبدالقادر کی والدہ ماجدہ مرحومہ، انتقال: ۲۸؍ شعبان ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۰؍ اگست ۲۰۱۰ء بروز منگل۔
- مجلس احرار اسلام ملتان کے معاون جناب محمد علی کی اہلیہ مرحومہ، انتقال: ۵؍ رمضان ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۶؍ اگست ۲۰۱۰ء بروز پیر
- چیچہ وطنی میں حاجی عبدالرزاق ڈوگر کے برادرِ نسبتی حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر کے ماموں محمد طفیل ڈوگر ۷؍ رمضان المبارک کو انتقال فرما گئے۔ نمازِ جنازہ چک نمبر ۴۷۔۱۲، ایل میں قاری محمد قاسم نے پڑھائی۔
- مسجد احرار چناب نگر کے خادم حافظ محمد علی کے والد ماجد ۵؍ اگست کو اور دو ماموں محمد حسن ۲۹؍ جون اور محمد منظور ۲۴؍ اگست کو انتقال کر گئے۔ حافظ صاحب کے پورے خاندان کے لیے یکے بعد دیگرے مسلسل اموات بہت گہرے صدمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے۔ حافظ صاحب اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین) قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

دعائے صحت

- مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف چیمہ کی والدہ محترمہ اور بھائی حبیب اللہ چیمہ علیل ہیں۔

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ

مولانا اعجاز صمدانی

(الف) وہ اثاثے جن پر زکوٰۃ واجب ہے:

(۱) سونا (خواہ کسی شکل میں ہو) ---------------------------------- مثلاً اِس کی قیمت: -/50,000

(۲) چاندی (خواہ کسی شکل میں ہو) ------------------------------------ // ----------- -/10,000

(۳) مالِ تجارت یعنی بیچنے کی حتمی نیت سے خریدا ہوا مال، مکان، زمین [۱] ------------------ -/300,000

(۴) بینک میں جمع شدہ رقم -- -/100,000

(۵) اپنے پاس موجود نقد رقم -- -/100,000

(۶) ادھار رقم (جس کے ملنے کا غالب گمان ہو)

خواہ نقد رقم کی صورت میں دی ہو یا مالِ تجارت بیچنے کی وجہ سے واجب ہوئی ہو ------------- -/50,000

(۷) غیر ملکی کرنسی (موجودہ ریٹ سے) -- -/10,000

(۸) کمپنی کے شیئرز جو تجارت (Capital Gain) کی نیت سے خریدے ہوں۔

ان کی پوری قیمت (موجودہ مارکیٹ ویلیو) -- -/50,000

(۹) جو شیئرز نفع (Dividend) کی غرض سے خریدے گئے، ان میں کمپنی کے ناقابل زکوٰۃ اثاثے (Operating Assets) جیسے بلڈنگ، مشینری وغیرہ کو منہا کیا جا سکتا ہے۔

(اور بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً ان کی پوری قیمت لگائی جائے) ---------------------------- -/50,000

(۱۰) بچت سرٹیفکیٹ جیسے FEBC, NDFC, NIT (صرف اصل رقم پر زکوٰۃ ہوگی) [۲] --- -/100,000

(۱۱) کسی جگہ اپنی امانت رکھوائی ہوئی رقم، سونا، چاندی، مال تجارت ------------------------ -/10,000

(۱) اگر بیچنے کی نیت نہ ہو بلکہ کرایہ پر دے کر کمانے کی نیت ہو یا ویسے ہی سرمایہ محفوظ کرنے کے لیے کوئی جائیداد خریدی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۲) اگرچہ موجودہ حالات میں ان کا خریدنا جائز نہیں۔

(۱۲) کمیٹی (بیسی) میں اپنی جمع شدہ رقم۔ (جبکہ بیسی وصول نہ ہوئی ہو) ---------------------- 10,000/-

(۱۳) خام مال جو مصنوعات بنا کر فروخت کرنے کے لیے خریدا گیا ------------------------- 200,000/-

(۱۴) تیار شدہ مال کا اسٹاک --- 20,000/-

(۱۵) کاروبار میں شراکت کے بقدر حصہ (قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مالیت مع نفع) ---------------- 50,000/-

کل مالِ زکوٰۃ کی مالیت رقم کی شکل میں --------- 11,10,000/-

(ب) جو رقم منہا کی جائے گی:

(۱) واجب الاداء قرضہ (۱) ---------------------------------مثلاً ------------------ 10,000/-

(۲) کمیٹی (بیسی) کے بقایا جات۔ (اگر یہ کمیٹی مل چکی ہو) --------- // ----------------- 100,000/-

(۳) یوٹیلیٹی بلز جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکے ہوں ------ // ------------------- 10,000/-

(۴) پارٹیوں کی ادائیگیاں جو ادا کرنی ہوں ---------------------- // ------------------ 100,000/-

(۵) ملازمین کی تنخواہیں، جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکی ہوں ------------------ 100,000/-

(۶) گزشتہ سال کی زکوٰۃ کی رقم، اگر ابھی تک ذمہ باقی ہو ---------------------------------- 10,000/-

(۷) قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی واجب الاداء قسطیں ------------------------------------ 10,000/-

---

وہ کل رقم جو منہا کی جائے گی ---------- 3,80,000/-

کل مالِ زکوٰۃ (رقم) -------------- 11,10,000/-

وہ رقم جو منہا کی جائے گی ------------ -3,80,000/-

وہ رقم جس پر زکوٰۃ واجب ہے --------- 7,80,000/-

مقدار زکوٰۃ: (قابلِ زکوٰۃ رقم کو چالیس پر تقسیم کریں) ------------ 18,250/-

<u>نوٹ:</u> یہاں تمام رقوم کو بذریعہ مثال واضح کیا گیا ہے۔ آپ اپنے اموال کی حقیقی قیمت درج کر کے مندرجہ بالا طریقہ اختیار کریں۔ آپ ان اموال کی قیمت درج فرمائیں جو آپ کے پاس موجود ہوں اور مذکورہ نمونے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب نکالیں۔

---

(۱) البتہ وہ بڑے بڑے پیداواری قرضے جن سے ناقابلِ زکوٰۃ اموال خریدے جائیں، منہا نہ ہوں گے۔ (اسلام اور جدید معیشت و تجارت ص ۹۴)

سکول، کالج اور دینی مدارس کے طلباء وطالبات نیز تمام خواتین وحضرات کے لیے

ایک شاندار موقع

فہمِ ختمِ نبوت خط کتابت کورس

مفت

داخلہ وکتب

آغاز

یکم محرم الحرام ۱۴۳۱ھ/دسمبر ۲۰۱۰ء

- خط کتابت کے ذریعے گھر بیٹھے عقیدۂ ختمِ نبوت سے مکمّل آگاہی اور منکرینِ ختمِ نبوت کے عقائد ونظریات سے واقفیت حاصل کریں۔
- داخلہ کے لیے سادہ کاغذ پر اپنا نام، ولدیت، تعلیم و پیشہ، فون نمبر اور ڈاک کا مکمّل پتا لکھ کر ارسال کریں۔
- ایک لفافہ میں صرف ایک ہی درخواست بھیجیں۔
- کورس مکمّل کرنے پر ایک خوبصورت سند، جبکہ نمایاں کارکردگی پر شرکاء کو خصوصی تحائف کتب دیئے جائیں گے۔

رابطہ دفتر مجلس احرار اسلام

0300-5780390
0300-4716780

مسجد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، تلہ گنگ (غرب) ضلع چکوال (پنجاب)

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

بانی

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ

28 نومبر 1961ء

الحمد للہ

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری و مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

- دار القرآن
- دار الحدیث
- دار المطالعہ
- دار الاقامہ

کی تعمیر میں حصہ لیں

مدرسہ کے مسافر طلباء کے طعام، علاج، تعلیم اور دیگر ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر اور دیگر صدقات عنایت فرما کر اجر حاصل کریں

طلباء کی درس گاہوں، رہائش، دفتر اور لائبریری کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ لاگت فی کمرہ دولاکھ پچاس ہزار روپے ہے۔ صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ

061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

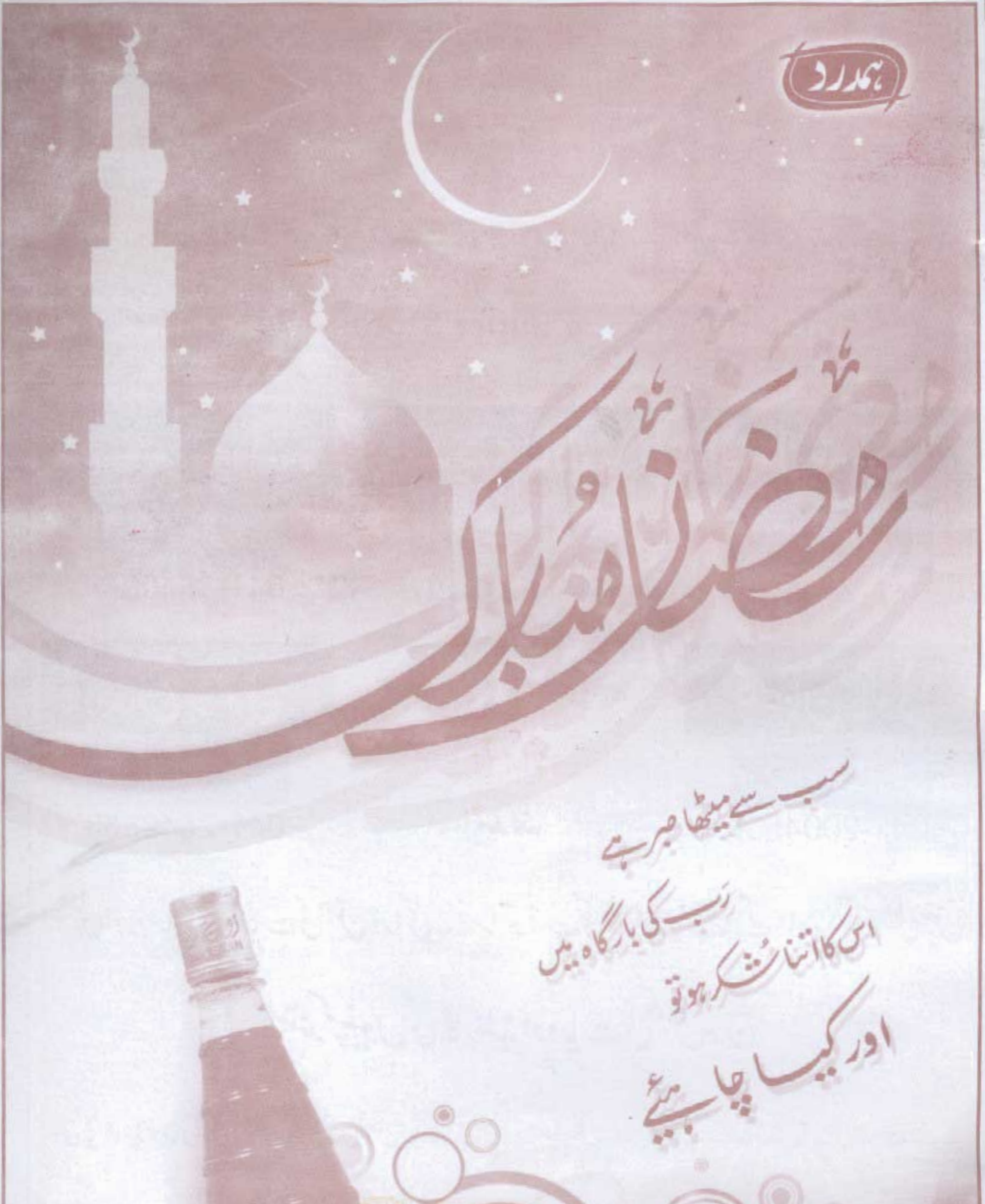

ہمدرد
رمضان مبارک
سب سے میٹھا صبر ہے
رب کی بارگاہ میں
اس کا اتنا شکر ہو تو
اور کیا چاہیئے
روح افزا
Blitz DDB

CARE کئیر

PHARMACY فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

سلیمی چوک	مدینہ ٹاؤن	اقبال سٹیڈیم
اعوان پلازہ	سوساں روڈ	بالمقابل سندباد
041-8540064	041-8543127	041-2605733

جناح کالونی	فیصل آباد میں پانچ برانچز الحمدللہ	گلستان کالونی
گلبرگ روڈ		نزد عزیز فاطمہ ہسپتال
041-2642833		041-2004509

اصلی اور معیاری ادویات کی مکمل ورائٹی کے ساتھ آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے کھلی ہیں

مستند کمپنیوں کی گارنٹیڈ ادویات کی مکمل رینج

سول یا الائیڈ ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں فیصل آباد کا سب سے بڑا میڈیکل سٹور اب آپ کے علاقہ میں آپ کی خدمت کے لیے

ادویات کو قبل از وقت خراب ہونے سے بچانے کے لیے طبی معیار کے عین مطابق ائیر کنڈیشنڈ اور محفوظ صحت بخش ماحول

بجلی کے شدید بحران میں 24 گھنٹے جنریٹر کی سہولت کے ساتھ صرف کیئر فارمیسی پر ممکن ہے

Head Office: 1-Saint Mary's Park, Gulberg III, Lahore